Regd.# MC-1366

•جلد 10/•شمارہ 03/•ستمبر/2020

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہمِ دین

آہ القدس

جنت کا باغ

تجوری کا ہیرا

ازدواجی بندھن

دلدل

BAITUSSALAM
PUBLICATIONS
WWW.BAITUSSALAM.ORG/BS/PUBLICATIONS

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

BAITUSSALAM

ترک رفاہی اداروں کے توسط سے

بیروت

بم دھماکوں کے متاثرین کے لیے
بیت السلام کی امدادی سرگرمیاں

پکا پکایا کھانا اور غذائی اشیاء، پینے کا پانی پہنچانا، لباس اور دواؤں کی فراہمی

BAITUSSALAM

Whatsapp: **+92-320-7872264**

UAN: **+92-21-111-298-111**

Email: **info@baitussalam.org**

ماہ نامہ

فہمِ دین

کراچی

ستمبر 2020

زیر سرپرستی

حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	قاری عبد الرحمٰن
ناظم	خالد عبد الرشید
نظرثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	نوید فرید

فہم و فکر

تجوری کا ہیرا — مدیر کے قلم سے — 04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن — شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم — 05

فہم حدیث — مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ — 06

آئینہ زندگی — حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ — 08

مضامین

مجھ کو دیکھیں گے رسول خدا — جنید حسن — 10

حضرت یحییٰ بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ — حذیفہ رفیق — 12

یوم تحفظ ختم نبوت — ام مصطفیٰ — 13

ازدواجی بندھن — محمد دانش — 14

مسائل پوچھیں اور سیکھیں — مفتی محمد توحید — 17

باورچی خانہ اور ہماری صحت — حکیم شمیم احمد — 19

خواتین اسلام

روشن قندیلیں — ندا اختر — 19

محبت کے آنسو — کائنات غزل — 20

جنت کا باغ — ناہید وحید قریشی — 21

جہنم کی آگ — اہلیہ محمد فیصل — 22

دلدل — ام نسیبہ — 25

بدشگونی — قرۃ العین خرم ہاشمی — 27

آہ القدس — بنت عامر — 28

باغیچہ اطفال

بٹیر — فوزیہ خلیل — 32

روشنی کا سفر — ام محمد حسن — 33

اسکول کہانی — فرح مصباح — 34

چونکی جگنومار — ڈاکٹر الماس روحی — 36

ٹومو کی ترکیب — سمیرا انور — 37

منٹو کی کہانی — عشوارانا — 38

بچوں کے فن پارے — 40

انعامات ہی انعامات — 41

بزم ادب

اس لیے دیر سے روز آتا ہوں میں — ضیاء اللہ محسن — 42

گلدستہ — محمد اطہر فتح پوری — 44

اخبار السلام

وقف اجتماعی قربانی — خالد معین — 46

آراء و تجاویز کے لیے

0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0314-2981344

marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجرا کے لیے

26-C گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زر تعاون

فی شمارہ : 40 روپے

سالانہ فیس : 520 روپے

بیرون ملک بدل اشتراک : 35 ڈالر

ناشر: فیصل زبیر

مطبع: واسا پرنٹر

مقام اشاعت: دفتر فہم دین

تجوری کا ہیرا

مدیر کے قلم سے

پاکستان اسلام کا قلعہ ہے، مگر سوچنے، سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کی بات یہ ہے کہ اس قلعے کی بنیاد اور اساس کیا ہے؟

چور کی نظر تجوری اور لاکر پر تب تک ہی ہوتی ہے، جب تک اس میں ہیرا اور خزانہ رکھا ہوتا ہے۔ اگر وہی ہیرا اس تجوری سے نکال کر کہیں اور منتقل کر دیا جائے تو چاہے وہ لاکھ تجوری کہلائے، اب ڈاکو کی نظر میں اس کی حیثیت دو ٹکے سے زیادہ کی نہیں ہوگی۔ اس حقیقت میں تو واقعی کوئی دو رائے نہیں ہے کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے، مگر سوچنے، سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کی بات وہ تجوری کا ہیرا اور قلعے کی بنیاد ہے، جس کی بِنا پر تمام عالمی طاقتیں بھوکے بھیڑیے کی طرح پاکستان کو تَر نوالہ بنانے کی فکر میں ہیں۔

تو قارئین! اہم تجوری نہیں ہے، بلکہ اہم تجوری کا ہیرا ہے۔ اگر ہمیں پتا لگ جائے کہ پاکستان میں وہ تجوری کا ہیرا کہاں پر رکھا ہوا ہے، تو پھر ریاست کے تمام وسائل بھی اس کی حفاظت پر لگ جائیں گے، حکومت کی پوری منصوبہ بندی بھی اس کے گرد گھومنے لگے گی۔ پاک فوج کو بھی اس کی حفاظت کے لیے الرٹ کر دیا جائے گا اور سب سے بڑھ کر اخبارات اور نیوز چینل پر ہماری توجہ کا مرکز بھی وہی تجوری کا ہیرا ہی بن جائے گا اور ہماری اپنی اولادوں کو نہیں، بلکہ نسلوں کو نصیحت اور وصیت اسی تجوری کے ہیرے کی حفاظت کی ہوگی۔

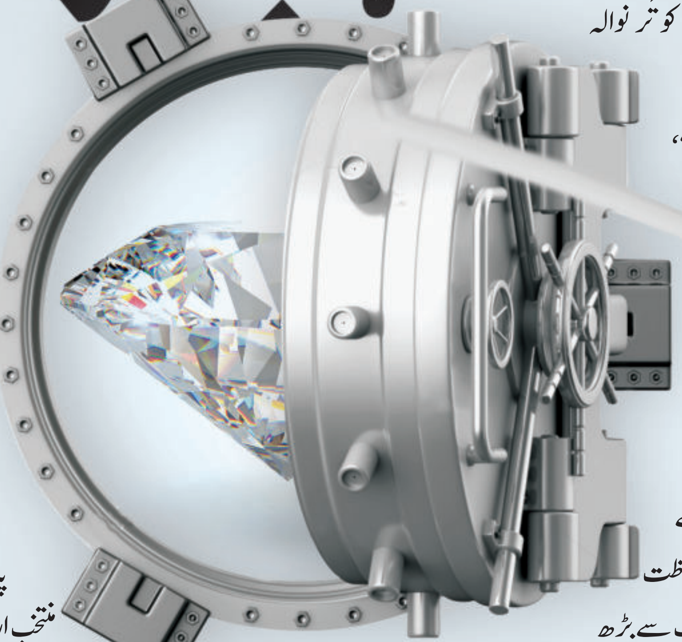

قارئین! جب پاکستان اسلام کا قلعہ ہے تو واضح سی بات ہے کہ وہ تجوری کا ہیرا ''اسلام'' ہی ہے۔ اس کے لیے حفاظتی حصار کیا ہے؟ وہ مساجد اور مدارس کا آزاد، شفاف اور مؤثر نظام ہے۔ نظریاتی محافظین کون ہیں؟ وہ روکھی سوکھی کھانے والے، مگر جان نثار کرنے والے علماء کرام کی جماعت ہے۔ اور اس حفاظتی حصار میں اس ہیرے کو رکھا کس تجوری میں گیا ہے؟ یہ دِل ہیں اُن طلبہ کرام کے، جو میرے اور آپ کے گھروں سے یا محلّوں اور علاقوں سے ''میری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سربلندی'' کا عَلَم اٹھائے ان مساجد اور مدارس کا رُخ کرتے ہیں۔

قارئینِ گرامی! دُشمن نے اپنی توپوں کے دہانے انھی تجوریوں کی طرف کیے ہوئے ہیں اور کرائے کے ٹٹو اور آستین کے سانپ بھی بھیس بدل کر بیچ میں چھوڑ رکھے ہیں۔ میڈیا پر بھی ''دانش گردی'' کرنے والے اسے میسر ہیں اور دِل کی حسرت اور آرزو بس ایک ہے کہ کسی طرح یہ ہیرا اہلِ پاکستان کے پاس نہ رہے۔

جامع مسجد آیا صوفیہ کا 42 جولائی کو کھلنا عالمِ اسلام کے لیے خوشی کی خبر ہے، مگر اس کا 86 سال میوزیم بنے رہنا ہمارے دِلوں کو جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہونا چاہیے۔ اگر پاکستان اسلام کا قلعہ ہے اور ہمیں اس قلعے کی حفاظت ہر صورت میں کرنی ہے تو پھر ہمیں یہاں کے مساجد اور مدارس کی حفاظت اپنی جان سے بھی زیادہ کرنی ہوگی۔

6 ستمبر بھی پاکستان کی تاریخ میں ایک اہمیت رکھتا ہے اور 7 ستمبر بھی۔ 6 ستمبر 1965 کو دشمن نے ہماری جغرافیائی سرحدوں کو پامال کرنے کی کوشش کی تھی اور پاک فوج کے جوانوں نے ٹینکوں کے سامنے لیٹ کر ''وطن کی مٹی'' کی حفاظت کی اور 7 ستمبر 1974 کو پاکستان کی قانون ساز اسمبلی میں علماء کرام اور منتخب اراکینِ اسمبلی نے ختمِ نبوت کے ڈاکوؤں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مجرم قرار دے دیا، تو یہ دونوں دِن دفاعِ پاکستان میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں اور یہ جغرافیائی اور نظریاتی دونوں فتوحات ہمیشہ دشمن کے دِلوں میں انگارے بن کر لوٹتی رہیں گی۔

یومِ دفاعِ پاکستان کا پیغام ہمارے لیے یہی ہے کہ اس قلعے کی بنیاد کلمہ طیبہ اور اسلام پر ہے اور دشمن ہمارے جیتے جی، بلکہ ہماری نسلوں کے ہوتے ہوئے اس کا بال بیکا نہ کر سکے، اور اس کا طریقہ صرف ایک ہے کہ ہم مساجد اور مدارس کو آباد رکھیں۔ ان پر کسی قسم کی آنچ نہ آنے دیں۔ اپنے اس اسلامی ورثے کو عالمی طاغوتی طاقتوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہونے یا ''قومی ورثہ'' بننے سے بچائے رکھیں۔ اپنی اولادوں کے سینوں کو قرآن مجید کا محافظ اور جسموں کو سنت کا پابند بنا دیں۔ پھر پاکستان اسلام کا قلعہ رہے گا، پھر پاکستان میں کسی مسجد کو ''آیا صوفیہ'' بنانے کی جرات نہیں کی جا سکے گی۔ اسلام زندہ باد، پاکستان پائندہ باد، والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

النساء 30-33

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ عُدۡوَانًا وَّظُلۡمًا فَسَوۡفَ نُصۡلِيۡهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرًا 30

ترجمہ: اور جو شخص زیادتی اور ظلم کے طور پر ایسا کرے گا تو ہم اس کو آگ میں داخل کریں گے اور یہ بات اللہ کے لیے بالکل آسان ہے۔ 30

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَنُدۡخِلۡكُمۡ مُّدۡخَلًا كَرِيۡمًا 31

ترجمہ: اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرو، جن سے تمہیں روکا گیا ہے تو تمہاری چھوٹی برائیوں کا ہم خود کفارہ دیں گے اور تم کو ایک باعزت جگہ داخل کریں گے۔ 31

تشریح نمبر:1۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اگر گناہِ کبیرہ سے پرہیز رکھے تو اس کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو اللہ تعالیٰ خود ہی معاف فرماتے رہتے ہیں۔ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نیک عمل، مثلاً وضو، نماز، صدقات وغیرہ سے گناہِ صغیرہ معاف ہوتے رہتے ہیں۔

وَلَا تَتَمَنَّوۡا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا اكۡتَسَبُوۡا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا اكۡتَسَبۡنَ ؕ وَسۡئَلُوا اللّٰهَ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا 32

ترجمہ: اور جن چیزوں میں ہم نے تم کو ایک دوسرے پر فوقیت دی ہے، ان کی تمنا نہ کرو، مرد جو کچھ کمائی کریں گے، ان کو اس میں سے حصہ ملے گا اور عورتیں جو کچھ کمائی کریں گی، ان کو اس میں سے حصہ ملے گا اور اللہ سے اس کا فضل مانگا کرو۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ 32

تشریح نمبر:2۔ بعض خواتین نے اس تمنا کا اظہار کیا تھا کہ اگر وہ مرد ہوتیں تو وہ بھی جہاد وغیرہ میں حصہ لے کر مزید ثواب حاصل کرتیں۔ اس آیت نے یہ اصول واضح فرمادیا کہ جو باتیں انسان کے اختیار سے باہر ہیں، ان میں اللہ نے کسی شخص کو کسی اعتبار سے فوقیت دے رکھی ہے اور کسی کو کسی اور حیثیت سے۔ مثلاً کوئی مرد ہے کوئی عورت، کوئی زیادہ طاقت ور ہے کوئی کم، کسی کا حسن دوسرے کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ یہ چیزیں چوں کہ انسان کے اختیار میں نہیں ہیں، اس لیے ان کی تمنا کرنے سے فضول حسرت ہونے کے سوا کوئی فائدہ نہیں ہے، لہٰذا ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا چاہیے، البتہ جو اچھائیاں انسان کے اختیار میں ہیں انھیں حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے اور ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جو شخص جیسا عمل کرتا ہے ویسا ہی نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

وَلِكُلٍّ جَعَلۡنَا مَوَالِىَ مِمَّا تَرَكَ الۡوَالِدٰنِ وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ ؕ وَالَّذِيۡنَ عَقَدَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ فَاٰتُوۡهُمۡ نَصِيۡبَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدًا 33

ترجمہ: اور ہم نے اس مال کے کچھ وارث مقرر کیے ہیں، جو والدین اور قریب ترین رشتہ دار چھوڑ کر جائیں اور جن لوگوں سے تم نے کوئی عہد باندھا ہوا ہے ان کو ان کا حصہ دو۔ بے شک اللہ ہر چیز کا گواہ ہے۔ 33

تشریح نمبر:3۔ جب کوئی شخص اسلام لائے اور مسلمانوں میں اس کا کوئی رشتے دار نہ ہو تو وہ جس شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے، بعض اوقات اس کے ساتھ یہ عہد کرلیتا تھا کہ وہ دونوں آپس میں بھائی بن گئے ہیں، لہٰذا وہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوں گے اور اگر ان میں سے کسی پر کوئی تاوان آپڑا تو دوسرا اس کی ادائیگی میں اس کی مدد کرے گا۔ اس رشتے کو "موالاۃ" کہا جاتا تھا۔ یہاں اسی معاہدے کا ذکر ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک اس آیت کی بنا پر یہی ہے کہ یہ رشتہ اب بھی کسی نو مسلم سے قائم ہوسکتا ہے اور اگر دوسرے مسلمان رشتہ دار موجود نہ ہوں تو میراث میں بھی ان کا حصہ ہوگا۔

فہم حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

سخاوت اور بخل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:
قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَیْكَ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو ارشاد ہے کہ تم دوسروں پر خرچ کرتے رہو، میں تم پر خرچ کرتا رہوں گا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ منشورِ ازلی ہے کہ جو بندے اپنی کمائی اور اپنی محنت دوسرے ضرورت مندوں پر خرچ کرتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ غیب سے ان کو برابر عطا فرماتا رہے گا اور وہ ہمیشہ فقر و فاقہ کی تکلیف سے محفوظ رہیں گے۔

عَنْ اَنَسٍ وَعَبْدِاللّٰهِ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:
اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عَیَالِهٖ

ترجمہ: حضرت انس اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے (یعنی سب مخلوق کی روزی اور اس کی ضروریاتِ حیات کا حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہی کفیل ہے، جس طرح کہ کوئی آدمی اپنے اہل و عیال کی روزی اور ان کی ضروریات کا مجازاً کفیل ہوتا ہے) پس اللہ کو اپنی ساری مخلوق میں زیادہ محبت ان بندوں سے ہے جو اس کی عیال (یعنی اس کی مخلوق) کے ساتھ احسان کریں۔ (رواہ البیہقی)

تشریح: ہماری اس دنیا کا دستور بھی یہی ہے کہ جو کوئی کسی کے اہل و عیال کے ساتھ احسان کرے اس کے لیے دل میں خاص جگہ ہو جاتی ہے۔ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی یہی ہے کہ جو کوئی ان کی مخلوق کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو جاتا ہے۔

عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:
لَا تَكُوْنُوْا اِمَّعَةً تَقُوْلُوْنَ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَحْسَنَّا وَ
اِنْ ظَلَمُوْا ظَلَمْنَا وَلٰكِنْ وَطِّنُوْا اَنْفُسَكُمْ
اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَنْ تُحْسِنُوْا وَاِنْ اَسَاءُوْا فَلَا تَظْلِمُوْا

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم دوسروں کی دیکھا دیکھی کام کرنے والے نہ بنو کہ کہنے لگو کہ اور لوگ کام کریں گے تو ہم بھی احسان کریں گے اور اگر دوسرے لوگ ظلم کا رویہ اختیار کریں گے تو ہم بھی ویسا ہی کریں گے بلکہ اپنے دلوں کو اس پر پکا کرو کہ اگر اور لوگ احسان کریں تب بھی تم احسان کرو اور اگر لوگ برا سلوک کریں تب بھی ظلم اور برائی کا رویہ اختیار نہ کرو (بلکہ احسان ہی کرو)۔ (ترمذی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ دنیا میں خواہ احسان اور حسنِ سلوک کا چلن ہو یا ظلم اور بدسلوکی کا دور دورہ ہو، اہلِ ایمان کو چاہیے کہ ان کا رویہ دوسروں کے ساتھ احسان اور حسنِ سلوک ہی کا رہے، نیز یہ احسان صرف ان ہی لوگوں کے ساتھ نہ کیا جائے جو ہمارے ساتھ احسان کرتے ہوں، بلکہ جو لوگ ہمارے ساتھ برا سلوک کریں ان کے ساتھ بھی ہم احسان ہی کا رویہ رکھیں۔

Shangrila®
THE FOOD EXPERTS!
PIZZA SAUCE
made with Authentic Italian Recipe
Shangrila®
PIZZA
SAUCE
Serving Suggestion
SMART
Dip / Topping
Marinade
Cooking / Baking
www.shangrila.com.pk
ShangrilaPakistan

کامیابی کے نسخے

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

قرآن کریم اللہ کی کتاب اور اللہ کا کلام ہے، اہل اسلام کی ہر قدم پر رہنمائی کرتا ہے، ان کی تربیت کا اہتمام کرتا ہے۔ جس طرح کے بھی حالات ہوں اور ان حالات کا جو بھی تقاضا ہو، کتاب اللہ قیامت تک کے لیے رہ نما ہے۔ حال کیسا ہی کیوں نہ ہو، زمانہ کیسا ہی کیوں نہ ہو، حالات کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں، قرآن اپنے سینے میں ان حالات کے لیے رہ نمائی رکھتا ہے۔ اور ان حالات میں مسلمانوں کے لیے آسمانی ہدایت کا خزانہ رکھتا ہے کہ اس وقت تمہارا مولیٰ تم سے کیا چاہتا ہے۔ قرآن مجید اللہ کی زندہ کتاب ہے جب اسے کھولو تو یوں لگتا ہے یہ آیت ابھی اتری ہے اور اسی وقت کے لیے اتری ہے اور مسلمانوں کو اس وقت اسی رہنمائی کی ضرورت تھی۔ آیئے اس آیت کی روشنی میں آج کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

آخرت کی اور ہمیشہ کی کامیابی چاہتے ہو، تو ان نصیحتوں میں کامیابی سو فی صد یقینی اور ضروری ہے اور بسا اوقات اللہ رب العزت اپنی حکمت سے اس دنیا کے اندر بھی سر کی آنکھوں سے تمہیں دکھا دیتا ہے ان نصیحتوں پر عمل کرنے والوں کو اللہ کامیابیوں کی منزلیں طے کروا دیتے ہیں۔ **لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** کامیاب ہونا چاہتے ہو تو پھر یہ نصیحتیں سنو **اِصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ** صبر سے کام لو **وَصَابِرُوا** دشمن کے مقابلے میں مضبوط ہو جاؤ اور ایسے مضبوط ہو جاؤ کہ استقامت، حوصلہ اور ہمت کی ایسی فضا بن جائے کہ کم ہمتی کی بات وہاں عیب بن جائے۔ **وَرَابِطُوا** اور تم مورچوں پر جمے رہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رباط کے عجیب فضائل بتائے کہ اسلامی سرحد کی حفاظت اللہ کو راضی کرنے کے لیے اسلام کے تحفظ ملت کے تحفظ کے لیے کوئی ایک دن بھی اس مورچے پر کھڑا ہو کر چوکی داری کرتا ہے اسے ایک سو سال دن کے روزے اور رات کی شب بیداری سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ یہ ملت کے تحفظ کے لیے کھڑا ہے اور فرمایا کہ وہ دن روزے کا ہو رمضان کا ہو تو ایک دن کا رباط ایک ہزار سال کے رمضان کے روزوں سے زیادہ اسے فضیلت ملتی ہے۔ صبر اور استقامت کی پوری فضا ہو ہر آدمی ہمت کی بات حوصلے کی بات۔ پوری فضا میں حوصلہ اور ہمت ہو۔

6 ستمبر 1965 یوم دفاع وطن عزیز کی تاریخ میں ایک بہت خوب صورت باب ہے، ایک نہایت خوب صورت اضافہ ہے۔ اور ایسا خوب صورت اضافہ کہ جہاں پہلے وطن عزیز کے دامن میں مہاجرین تھے تو اب اس کے اعزاز میں اضافہ ہوا کہ اب اس کے دامن میں مجاہدین بھی ہیں، جہاں وطن عزیز کی تاریخ میں ہجرت تھی کہ لوگ مہاجر بن کے آئے ہیں اس کے دامن میں اور اضافہ ہوا جہاد بھی ہے۔ اسے مہاجر کا اعزاز بھی حاصل ہے اور مجاہد کا اعزاز بھی ہجرت کا اعزاز بھی ہے اور جہاد کا اعزاز بھی۔

ایک طرف وطن عزیز کی افواج بہادری اور جذبہ شہادت کے ساتھ مورچوں پر کھڑی تھیں اور دوسری طرف پوری قوم صبر اور استقامت کا پہاڑ بنی کھڑی تھی سبحان اللہ! ایک فضا تھی یکجہتی کی اور اتفاق کا ایک ماحول تھا اور ہر ایک کے اندر جذبہ جہاد، جذبہ شہادت اور اس کی حرارت نظر آ رہی تھی پھر آسمانوں سے اللہ کی مدد اور نصرت کیوں نہ اترے۔ دنیا نے دیکھا کہ وطن عزیز کی افواج اپنی قوم کی امیدوں پر کیسے پوری اتری اور پوری دنیا کے مخلص مسلمانوں کے دل کیسے ٹھنڈے ہوئے۔ اور پوری قوم کس طرح اپنے سارے اندرونی اختلافات وانتشارات اور مفادات سے بالاتر ہو کر اپنی فوج کی پشت پر کھڑی تھی۔ یاد رکھنا چاہیے یہ اسباب ہیں جس پر اللہ کی مدد و نصرت کے فیصلے ہوتے ہیں۔

صَابِرُوا۔ استقامت کی فضا ہو، کم ہمتی کی باتیں نہ ہوں، کم حوصلے کی بات نہ ہو۔

وَرَابِطُوْا مورچوں پر مستعد رہو تیار رہو۔ مفسرین نے لکھا ہے رباط اسے بھی کہتے ہیں، جو دشمن کے مقابلے پر مورچے پر تیار کھڑا رہے اور رباط اسے بھی کہتے ہیں جو نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے۔ اسے بھی رباط کہتے ہیں عربی میں۔ تو رَابِطُوْا کے دونوں مطلب ہیں کہ تم نے زمینی اور جنگی مورچوں کی بھی حفاظت کرنی ہے اور تم نے اسلامی معاشرے، اسلامی تہذیب، اسلامی شعائر، اسلامی قدروں کے مورچوں کا بھی تحفظ کرنا ہے۔ دشمن کے مقابلے میں جو زمینی و سرحدی مورچے ہیں، وہاں بھی تمہارے نوجوان مضبوطی کے ساتھ کھڑے ہوں اور پورے معاشرے کے اندر بھی اسلامی ایمانی قدروں کے مورچوں پر جو تم بیٹھے ہو، اسلامی تہذیب کے مورچے پر جو تم بیٹھے ہو وہاں بھی تیار رہنا، اس لیے کہ ان میں سے کسی ایک مورچے کے اندر بھی سستی دکھائی تو اللہ کی مدد و نصرت اٹھ جاتی ہے۔ دشمن کے مقابلے کا مورچہ ہو یا شیطانی تہذیب، کفریہ تہذیب کا مورچہ ہو مسلمانوں کو دونوں جگہ پر مستعد کھڑا ہونا ہے۔ دونوں جگہ تحفظ کرنا ہے۔ دونوں مورچوں کی حفاظت کرنی ہے۔ کیوں کہ تم نے کامیاب ہونا ہے نا! کامیابی چاہتے ہو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْن۔

تمہارے آباؤاجداد کی ایک تاریخ ہے، جب انہوں نے اپنی استطاعت کے مطابق ان روحانی اور ایمانی مورچوں کا تحفظ کیا تو دنیا نے دیکھا کہ اللہ کی مدد و نصرت کیسے آسمانوں سے اتری ہے۔ تعداد کتنی ہے وسائل کتنے ہیں افرادی قوت کتنی ہے مادی نقشوں میں دشمنوں کے مقابلے میں ہم پلہ ہو یا نہ ہو یہ ساری چیزیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں ضرورت اس کی بھی ہے لیکن ثانوی حیثیت رکھتی ہیں اصل چیز ہے کہ جو تم سے بن پاتا ہے تم اس میں کوتاہی نہ کرو تم اس میں مستعد رہو تم اس کے لیے تیار رہو۔ دیکھیے! اللہ کے نبی ﷺ بدر میں جا رہے ہیں اپنے اور دشمن کے سپاہیوں تعداد اور وسائل پہ نظر نہیں اور یہ بھی نہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بس مسجد میں بیٹھ کر دعا کرا کے اللہ تعالی سے فیصلہ کروا لیتے۔ نبی ﷺ سے بڑھ کر کس کی دعا ہو سکتی ہے لیکن سبق یہ ملا کہ اللہ پر توکل اور اس پر مکمل بھروسے کے باوجود ظاہری، مادی اور عملی طور پر مورچوں پر بیٹھنا ہو گا دشمن کے سامنے تیاری کرنی ہو گی جو اپنے سے ٹوٹے پھوٹے اسلحے کی شکلیں ہیں گھوڑے ہیں تیار رکھنے ہوں گے۔ اپنی طرف سے ظاہری استعداد تیاری مکمل رکھنی ہو گی اور سبحان اللہ اسلامی شعائر میں اسلامی طرز زندگی میں اسلامی تہذیب میں اس کی کوتاہی بھی کسی درجے برداشت نہیں ہے، پھر دیکھیے بدر میں کیا ہوا کیسے اللہ سے آسمانی فرشتے اترے۔ پوری تیاری تھی مورچوں پر رسول اللہ ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں مصلے پر ہی بیٹھ کر دو رکعت پڑھ لیتے، نا! نا! جتنی طاقت ہے اسے تیار رکھنا ہو گا مکمل تیاری کے ساتھ دشمن کے مورچوں پر کھڑا ہونا ہو گا اور پوری قوم کو بھی اپنے نوجوانوں کی پشت پر کھڑا ہونا ہو گا۔ اور اپنے دائیں بائیں کی پوری زندگی میں معنوی مورچوں کی بھی حفاظت کرنی ہو گی۔ بلکہ اگر اسلامی تاریخ دیکھیں تو بسا اوقات اسلامی مورچوں میں کچھ نشیب و فراز آئے لیکن یہ نشیب و فراز قوموں کی قسمت کے فیصلے نہیں کیا کرتے قوموں کی قسمت کے فیصلے اس وقت ہوا کرتے ہیں۔ جب قومیں اپنی معنوی مورچوں میں سستی اور کاہلی دکھائے۔ پھر اس کے فیصلے ہوتے ہیں کہ نسلیں در نسلیں اپنی اسلامی زندگی سے ایمانی زندگی سے اسلامی سرحدوں سے ہمیشہ محروم ہو جاتی ہیں۔ وقتی طور پر مادی اور سرحدی مورچوں میں نشیب و فراز آتا ہے وہ اتنے خطرے کی چیز نہیں، اس سے بڑے خطرے کی چیز یہ ہے جب قومیں اپنی معنوی مورچوں سے دستبردار ہو جائے پھر اس کی قسمت میں ایسے فیصلے ہو جاتے ہیں کہ ہزاروں سال یہ قوم پیچھے چلی جاتی ہے۔ اسلامی تاریخ ہے یہ وَصَابِرُوْا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْن کامیاب ہونا چاہتے ہو صبر استقامت اور ہمت کی فضا بناؤ وَرَابِطُوْا دشمنوں کے مورچوں پر سرحدوں پر مستعد اور تیار رہو، میں عرض کر رہا ہوں پوری قوم بھی اتفاق و اتحاد کی فضا پر ایمان و اسلام کی بنیادوں پر آپس میں دست و بازو اور اپنے عساکر اور اپنی افواج کی پشت پر کھڑی ہے اور ان ساری نصیحتوں کی روح وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا تم ان مورچوں پر کامیاب ہو سکتے ہو دشمن کے مقابلے میں تم کامیابی پا سکتے ہو وَتَّقُوا اللّٰه۔ اللہ سے ڈرتے رہنا سبحان اللہ کہیں شریعت کی حدود میں کوتاہی نہ کرنا کہیں اللہ کا حکم نہ ٹوٹنے پائے تمہاری مدد و نصرت کے فیصلے ظاہری وسائل و اسباب سے بڑھ کر ایک اور چیز ہے وہ ہے اللہ کی عظمت و محبت کو اپنے ساتھ، اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کو اپنے ساتھ لینا اس پر اللہ کی مدد و نصرت اترتی ہے وَاتَّقُوا اللّٰه اللہ سے ڈرتے رہنا۔

اس وقت دشمن اپنی تمام تر سازشوں اور چالوں کے ساتھ تیاری میں ہے اور یہ دشمن آسانی سے ماننے والا نہیں۔ ہاں جیسے کسی دور میں امریکا اور برطانیا نے اسرائیل کی پرورش کی تھی، مصر کی فوج کو ٹھکانے لگانے کے لیے۔ حالاں کہ دس سال پہلے مصر نے اسرائیل کو بری طرح شکست دی تھی لیکن پھر ان طاقتوں نے اسے پالا اور پالنے کے بعد مصری فوج کو ٹھکانے لگا دیا اور اس کے سرحدی اور معنوی سارے مورچے ختم کر دیے۔ بھارت کی شکل میں دنیا کی طاقتوں نے ایک نئی اسرائیلیت کی پرورش کی ہے اور یہ پرورش چائنہ کے مقابلے میں نہیں تھی وطن عزیز کے خلاف تھی۔ دنیائے کفر نے اس کی پرورش کی ہے اس کو طاقت ور کیا گیا ہے اور دکھایا گیا دنیا کو چائنہ کے مقابلے میں اسے طاقت ور بنایا جا رہا ہے حقیقت میں وطن عزیز دنیا کو برداشت نہیں، اس خطے میں تو یہ دشمن آسانی سے زیر ہونے والا نہیں اس لیے کہ پوری دنیائے کفر ایک سازش کے تحت منظّم سازش کے تحت ایک نئی اسرائیلیت کو اس نے پالا ہے یہ کوئی اتفاقاً نہیں ہوتا اچانک نہیں ہوا کرتا تو جب ایسے دشمن سے ہماری مڈ بھیڑ ہے تو پھر اللہ کی مدد سے اس موقع پر جو یہ ہمارے لیے نصیحتیں اور رہنمائی کی باتیں ہیں ہیں صَابِرُوْا ہمت اور استقامت کی فضا بناؤ کوئی کم ہمتی کی بات نہیں کم حوصلے کی بات نہیں ذاتی مفادات اور وقتی مفادات کو بنیاد بنا کر اختلافات نہیں وَرَابِطُوْا تم دشمن کے مقابلے میں بھی چوکنا رہو اور اسلامی شعائر کی جو سرحدیں ہیں ان کی بھی تم حفاظت کرو اور ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہو پھر اللہ کا وعدہ ہے لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْن پھر کامیاب تم ہی ہو گے۔

نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے دور کے واقعات اور اولیا اللہ کے دور کے واقعات شاید ہمیں بہت دور کے لگیں اور ہم سوچیں ان جیسا بننا کہاں آسان ہے اور ہم سوچیں اللہ کی وہ مدد ان کے لیے تھی۔ نہیں نہیں! 1965 کا منظر آپ کے سامنے ہے 1965 کا منظر نامہ آپ کے ملک کی تاریخ ایک خوب صورت تاریخ ہے کہ آپ کے نوجوان کس انداز میں اپنی قوم کی امیدوں پر پورا اترے اور کیسے محیر العقول عقلیں دنگ رہنے والے کارنامے سرانجام دیے۔ ہمیں امید ہے کہ ملک کا سپاہی ان شاء اللہ قوم کی امیدیوں پر پورا اترے گا اور پورے وطن عزیز کے عوام کی بھی ذمہ داری ہے کہ پورے ملک میں ایسی فضا بنائیں ایسا ماحول بنائیں کہ ہمت کی بات حوصلے کی بات استقامت کی بات اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اللہ کی حدود کا خیال رکھیں تاکہ اللہ کی مدد و نصرت ہمارے ساتھ ہو۔ اللہ رب العزت مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قسط نمبر 18

جنید حسن

مسجد امام بخاری: اسی دن میں نے اپنے ایک دوست خبیب کے ہم راہ مسجد الامام بخاری میں نمازِ مغرب ادا کی۔ یہ ہمارے ہوٹل کے مرکزی دروازے کے سامنے سڑک پار ایک کارنر پر واقع تھی۔ یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا گھر ہوا کرتا تھا اور یہاں انھوں نے صحیح بخاری جیسی عظیم کتاب کے لیے احادیث کو جمع کیا تھا۔ اللہ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے

مسجدِ نبوی میں جمعہ: آج جمعہ تھا اور مدینے سے ہماری واپسی بھی آج ہی تھی، چناں چہ سامان کی پیکنگ سے فارغ ہو کر جمعے کی تیاری کی اور مسجد نبوی آگیا۔ یہ قیمتی ساعات تھیں لہٰذا ہم دعا و مناجات اور تلاوت میں ہم مشغول رہے یہاں تک کہ جمعے کی نماز کا وقت ہو گیا اور امام خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے۔ کیا ہی بہترین اور پر اثر خطبہ تھا۔ پہلے حصے میں امام نے اَن گنت دعائیں مانگیں۔ دعا مانگ رہے تھے اور آواز کانپ رہی تھی، روتے جاتے تھے اور دربارِ رسول ﷺ میں مناجاتِ الٰہی کرتے جاتے تھے۔ ان کی فریاد میں ایسی تڑپ تھی کہ سامعینِ خطبہ کے دلوں کو بھی مضطرب اور آنکھوں کو نم کر رہی تھی۔

جزاہ اللہ خیراً کثیرا...!!

نماز اور دعاؤں کے بعد میں بابِ بقیع کی طرف گیا۔ وہاں سے مواجہ شریف نزدیک ہے اور دروازے سے جالیاں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ میں نے وہاں سے آپ ﷺ اور آپؐ کے اصحاب رضوان اللہ اجمعین کو سلام عرض کیا اور پھر آنے کی خواہش لبوں سے ادا کرتا ہوا آپ ﷺ کا یہ ملاقاتی وہاں سے چل دیا۔

مدینے سے روانگی: کچھ دیر بعد ہم نے ہوٹل سے چیک آؤٹ کیا اور مدینے سے ناچار رُخصت لی اور مکہ چل دیے۔ مدینے کے یہ چار روز ہمیں ڈھائی روز سے زیادہ نہ لگے۔ محسوسات متحرک تھے اور بہت سی تمنائیں ہمارے سینوں میں کروٹیں لے رہی تھیں، مگر واپسی کا اِذن آچکا تھا۔ یقیناً اطاعتِ اِذن ہی میں بھلائی پوشیدہ ہے۔ بہر حال... ہم مقام ذوالحلیفہ پہنچے تو مدینے کا باب ہمارے اس سفر کی بابت مکمل ہوا۔ اللہ کرے ہمیں یہاں آنا بار بار نصیب ہو۔ آمین...!!

میقاتِ ذوالحلیفہ: ذوالحلیفہ مدینے کے اختتام پر واقع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ماہِ ذی قعدہ سن 6 ہجری میں عمرے کا قصد فرمایا تو اسی ذوالحلیفہ کے مقام پر احرام باندھا تھا، لیکن یہ عمرہ ادا نہ ہو سکا اور واقعہ صلح حدیبیہ پیش آگیا تھا، پھر صلح کی شرط کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے اگلے سال سن 7 ہجری میں عمرۂ قضا ادا فرمایا اور اس کے لیے بھی احرام، ذوالحلیفہ پر باندھا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے میقات قرار دیا، اسی لیے مدینے سے مکہ جاتے ہوئے، اس راستے کو اختیار کرنے والے مسلمان یہاں پر حج و عمرے کے لیے احرام باندھتے ہیں۔ (یہاں ایک لطیف نکتہ نوٹ کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اہلِ مدینہ ! ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں۔'' چناں چہ اسی طرح ہی سہی... ہم مدینہ والوں میں شمار تو ہو جاتے ہیں۔) آپ ﷺ کی تقلید کے ہی پیشِ نظر یہاں سے عمرہ کرنے کو بعض لوگ ''بڑا عمرہ'' کہتے ہیں۔ یہاں میقات پر قائم مسجد میں ہم نے نفل پڑھ کر احرام کی نیت کی۔ یہ ایک بڑی مسجد ہے، جس کی پہلی منزل پر نماز ہوتی ہے۔ یہاں وضو خانے کے ساتھ غسل خانے کا بھی انتظام موجود ہے۔ جب ہم پہنچے تھے تو نمازِ عصر کی جماعت کھڑی ہو رہی تھی، چناں چہ ہم نے بھی شامل ہو کر وہیں ادا کی اور پھر مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔

بارش: ہمارے سفر و حضر کے دوران حسبِ دستور سعودیہ میں گرمی کا موسم تھا۔ مدینے میں جس روز ہم زیارتوں کے سفر پر گئے، اس دن ریکارڈ شدہ ٹمپریچر 43 ڈگری سینٹی گریڈ تھا۔ شدید گرمی تھی، لیکن اُس دن عصر کی نماز کے بعد بادل آئے اور بارش ہو گئی۔ میں اور خبیب اس وقت بارش میں بھیگتے ہوئے مسجد نبوی سے ہوٹل جا رہے تھے۔

مدینہ سے مکہ جاتے ہوئے بھی ہمیں ایک مقام پر بارش ملی۔ جب بارش کی بوچھاڑ سے پانی کے قطرے تیز رفتار گاڑی کی ونڈ اسکرین پہ پڑ کر ہوا کے زور کے باعث مخالف سمت میں دوڑتے تو منظر متعجب کر دیتا تھا... پھر مکہ میں بھی ہمیں دسویں روز یعنی دوسرے عمرے کے اگلے دن بارش ملی۔ ہم عصر کی نماز کے بعد مسجد کے بیروی صحن میں مکہ ٹاور کے نزدیک ایک جگہ بیٹھے تھے کہ اچانک تیز ہوا چلنے لگی اور پھر بارش ہو گئی۔ ایسی کیفیت کی منظر کشی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بھی کی ہے کہ وہ پہلے خوش گوار ہوا بھیجتا ہے اور پھر بارش نازل کرتا ہے۔

Perfect®
Freshener
رهو خوشبوؤں میں
Perfect®
Freshener
Room
Freshener
اصلي
ASLEE
LA PERFUME
Dry
300 ml e
THE WELCOMING
FRAGRANCE
OF HOME
/perfectairfreshener
Imported & Marketed by
Shakeel Enterprises
www.se.com.pk

حضرت یحییٰ بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ

حذیفہ رفیق

تعارف: نام: یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر لقب: امام، اندلس (اسپین) کے عالم اور فقیہ۔ کنیت: ابو محمد۔ قبیلہ: بربر قوم کے ایک قبیلے "مصمودہ" سے ان کا تعلق تھا۔ علاقہ: قرطبہ، اندلس تاریخ پیدائش: 152ھ تاریخ وفات: 22 رجب 234ھ مشہور اساتذہ: امام مالک، لیث بن سعد، عبداللہ بن وہب، عبدالرحمٰن بن قاسم۔ مشہور تلامذہ: بقی بن مخلد، محمد بن عباس بن ولید

قرطبہ سے مدینے تک: اندلس میں ایک بہت بڑے مفتی تھے، شیخ زیاد بن عبد الرحمٰن شبطون، یہ اندلس کے بہت نیک، عابد اور بارعب عالم تھے، یحییٰ بن یحییٰ جب بھی ان کے حلقے کے قریب سے گزرتے تو وہاں بیٹھ جاتے، شیخ زیاد کو ان کی شرکت سے بہت خوشی ہوتی، ایک مرتبہ شیخ زیاد نے یحییٰ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا: "بیٹا، تم علم حاصل کرنے کا پکا ارادہ کر چکے ہو تو اپنے کپڑے اور حلیہ اچھا کر لو، اور اپنے بال چھوٹے کروالو۔" یحییٰ اس وقت کسی جگہ کام کرتے تھے، اس لیے کپڑے میلے کچیلے رہتے تھے۔

اگلے ہی دن یحییٰ شیخ زیاد کی نصیحت پر عمل کر کے آگئے، زیاد اس اطاعت اور فرماں برداری سے بہت خوش ہوئے اور خوب توجہ سے ان کو پڑھایا، یہاں تک کہ یحییٰ ان کے تمام شاگردوں میں سب سے اچھا پڑھنے والے بن گئے۔

چناں چہ کچھ وقت گزرنے کے بعد زیاد نے یحییٰ سے فرمایا: "جن لوگوں سے ہم نے یہ علم حاصل کیا ہے، وہ ابھی تک بقید حیات ہیں، میرے خیال میں تمہارے لیے اچھا نہیں کہ ان بڑے علماء کے ہوتے ہوئے تم ان کے چھوٹوں سے پڑھو!"

شیخ زیاد نے مدینہ منورہ میں امام مالک اور دوسرے علماء سے علم حاصل کیا، اور ان کی خواہش یہ تھی یحییٰ بھی مدینہ منورہ جا کر امام مالک اور دوسرے بڑے علماء سے علم حاصل کر کے آئیں۔

یہ دوسری صدی ہجری کی بات ہے، اُس زمانے میں چھوٹے چھوٹے سفر بھی بہت مشقت والے ہوتے تھے، اور اکثر سفر پیدل ہی ہوتے تھے، اور اندلس کے شہر قرطبہ سے مدینہ منورہ تک کا سفر بہت لمبا تھا، کہاں تو ایک شہر شمالی افریقا سے آگے جنوبی یورپ میں، اور کہاں دوسرا ایشیا میں جا کر مشرق وسطی میں، ان دونوں کی درمیانی مسافت تقریباً 4,425 کلو میٹر اور 2,750 میل بنتی ہے۔ اور آنے جانے کا خرچہ اس کے علاوہ رہا۔ بہر حال اللہ تعالی کو یحییٰ بن یحییٰ سے دین کا بڑا کام لینا تھا، اس لیے اللہ تعالی نے مدینہ منورہ کا سفر ان کے مقدر میں لکھا تھا۔

چناں چہ یحییٰ بن یحییٰ نے زادِ راہ کے لیے قرض لیا اور 178ھ میں مدینہ منورہ کے سفر کے لیے نکل کھڑے ہوئے، اس وقت ان کی عمر 28 سال تھی۔ آپ مدینہ منورہ پہنچے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی، اور ان کی مشہور کتاب "الموطا" کے درس میں اہتمام سے شریک ہوئے، اور امام مالک کے قریب رہتے، جس کی وجہ سے امام مالک کی خصوصی نظر ان پر تھی۔ اور پھر کچھ ہی عرصے بعد ربیع الثانی 179ھ میں امام مالک کا انتقال ہو گیا۔ یحییٰ بن یحییٰ ان کے جنازے میں شریک ہوئے اور اس کے بعد واپس اندلس تشریف لے آئے۔

اندلس پہنچنے کے بعد کچھ ہی عرصے میں ان کے والد کا بھی انتقال ہو گیا، چناں چہ پھر رَخت سفر باندھا اور سفر حج کے لیے نکل گئے۔ اور مدینہ منورہ میں امام مالک کے شاگردوں سے ملاقات کی اور ان سے مزید علم حاصل کیا۔

مقصد سفر: اگرچہ یحییٰ بن یحییٰ بہت کم عرصہ امام مالک کی صحبت میں رہے، اندازے سے کہا جا سکتا ہے کہ انہیں صرف چند مہینے ہی امام مالک کی صحبت میں گزارنے کا موقع مل سکا تھا، لیکن انہوں نے اس قلیل مدت اور مختصر عرصے کو اس قدر قیمتی بنایا کہ امام مالک کے بہت قریبی شاگردوں میں شمار ہونے لگے، اور خود امام مالک ان کی بہت قدر فرماتے تھے۔

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں ہاتھی آگیا۔ مسجد نبوی میں امام مالک اپنے کچھ شاگردوں کے ساتھ تشریف رکھتے تھے، اچانک کسی نے کہا: "باہر ہاتھی آیا ہے!"۔۔۔ یہ سنتے ہی وہاں بیٹھے سب لوگ ہاتھی دیکھنے کے لیے باہر نکل آئے، یحییٰ بن یحییٰ بیٹھے رہے۔ امام مالک نے ان سے پوچھا: "تم ہاتھی دیکھنے کیوں نہیں گئے؟ حالاں کہ یہ جانور تو اندلس میں ویسے بھی نایاب ہے!"

یحییٰ نے جواب میں کہا: "میں اپنے ملک اندلس سے یہاں آپ کے پاس آپ کی زیارت کے لیے آیا ہوں، اور آپ سے آداب زندگی سیکھنے اور علم حاصل کرنے آیا ہوں۔ میں اتنا لمبا سفر طے کر کے ہاتھی دیکھنے نہیں آیا!"

یہ یقیناً عجیب و غریب جواب تھا، اور دل سے نکلا تھا، جس نے تقریباً ساڑھے چار ہزار کلو میٹر کا سفر طے کیا تھا، اسے اپنے وقت کا خوب اندازہ تھا، اور اسے اس بات کا خوب احساس تھا کہ میرا مقصد سفر کیا ہے؟ چناں چہ دل سے جو بات نکلی، اس نے دل پر اثر کیا۔ امام مالک یحییٰ بن یحییٰ کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے، اور فرمایا: یہ اندلس کا عقل مند شخص ہے۔ اس کے بعد سے یحییٰ بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کو اندلس کا عاقل کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

اندلس کے مفتی: بس اسی قدر دانی کا نتیجہ تھا کہ یحییٰ بن یحییٰ کا مقام ہی جدا تھا، جب

ستمبر کا ماہ آئے اور یوم تحفظ ختم نبوت کا ذکر نہ کیا جائے ممکن ہی نہیں۔

ختم نبوت پر قادیانیوں کی نقب زنی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہ ایسے چور ہیں جنہوں ختم نبوت پر شب خون مارا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے اور جیالے کہاں پیچھے ہٹنے والے تھے۔ اس بدبودار تعفن زدہ عقیدے والوں کے خلاف ایسا مضبوط محاذ بنایا گیا کہ بالآخر سات ستمبر 1974 کو حکومت پاکستان نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر تاریخ ساز فیصلہ صادر کرکے وطن عزیز کو اللہ اور رسول کے نام پر حاصل کرنے کا حق ادا کر دیا۔ الحمد للہ کذلک

قادیانیوں کی یہ پود 1889 میں ظاہر ہوئی اور ان شیطانی چیلوں نے نہ جانے کیسے کیسے من گھڑت قصے سنا کر مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت کو متزلزل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جب رب کا وعدہ نصرت ہو تو کوئی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ مرزا قادیانی کو پیروکار تو مل گئے مگر پھر منہ کے بل بھی کرب ناک انداز میں گرا۔

فرمان ہادی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ: ”میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں، اور میں احمد ہوں اور ماحی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا۔ میں حاشر ہوں یعنی لوگ میرے حشر کیے جائیں گے اور میں عاقب ہوں یعنی میرے بعد دنیا میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔“ (صحیح بخاری) عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کے ایمان کی اساس اور روح ہے۔ اگر اس پر حرف آ جائے تو اسلام کی ساری عمارت دھڑام سے نیچے آ جائے گی۔

اللہ تعالی نے اپنے محبوب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر تاج ختم نبوت سجایا اور آپ کو مسند ختم نبوت پر بٹھا کر دنیا میں مبعوث فرمایا۔

آپ کے مرتبے کو دیکھتے ہوئے آپ کی حیات مبارکہ میں ہی کچھ جھوٹوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ لیکن اسود عنسی، طلیحہ اور مسلیمہ عبرت ناک انجام کو پہنچے۔ ماضی کے مختلف ادوار میں کئی متعدد افراد نے نبوت کا دعویٰ کرکے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے اور انہیں گمراہ کرنے کی سعی مذموم کی، مگر ہر دور میں اہل ایمان اور حق کے طرف داروں نے ان کے خلاف بھرپور مزاحمت کی، اور مسلمانوں کو گمراہی اور ارتداد سے بچایا۔

عقیدہ ختم نبوت قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اگر عقیدہ ختم نبوت محفوظ نہیں، دین کی پوری عمارت غیر محفوظ ہے۔ اس عقیدے کے تحفظ کے لیے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے لے کر دور حاضر تک شہادتوں کی تاریخ رقم ہے اور یہ تاریخ خون شہیداں سے لکھی گئی ہے۔

پاکستان کی پارلیمانی تاریخ میں 7 ستمبر ایک عہد ساز دن ہے۔ ہم اسے ”یوم تحفظ ختم نبوت“ قرار دیتے ہیں۔ اس روز عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کی سو سالہ طویل جدوجہد، فتح مبین سے ہم کنار ہوئی۔ جب ایمان کے مکمل ہونے کی نشان دہی کے لیے میرے نبی خود فرما گئے کہ ”تمہارے جان، تمہارے مال، تمہاری اولاد، تمہارے ماں باپ حتی کہ ہر چیز سے زیادہ اہم تمہارے لیے نبی کی نبوت اور محبت اولی ہو گی جب ہی مومن ہو سکتے ہو۔“

بقول شاعر:

نبوت ختم ہے تجھ پر، رسالت ختم ہے تجھ پر
ترا دیں ارفع واعلی، شریعت ختم ہے تجھ پر
ترے دم سے بزم انبیاء کی رونق و زینت
تو صدر انجمن، شان صدارت ختم ہے تجھ پر

وہ اندلس پہنچے تو وہاں کے بڑے علماء میں ان کا شمار ہونے لگا، یہاں تک کہ اس وقت کے سب سے بڑے مفتی عیسی بن دینار کی وفات کے بعد پورے اندلس میں فتوی کا مدار یحییٰ بن یحییٰ پر ہی تھا۔ یعنی دینی مسائل میں جو فتاوی جاری ہوتے تھے، ان میں یحییٰ بن یحییٰ کی رائے کی پورے اندلس میں بہت زیادہ اہمیت تھی

امام مالک کا نمونہ: ابن عبدالبر فرماتے ہیں: ”یحییٰ بن یحییٰ اندلس کے امام تھے، وہاں کی قابل اقتدا شخصیت تھے، ان کے نقش قدم پر چلا جاتا تھا، معتبر عالم تھے، بہت عمدہ سیرت اور باوقار تھے، ہیئت وصورت اور طرز واطوار میں امام مالک سے بہت ملتے تھے۔“

اندلس کے قاضیوں کے نگران: یحییٰ بن یحییٰ اندلس میں انتہائی بارعب شخصیت تھے، باوقار رہتے تھے، اور عوام وخواص سب کے نگاہوں میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔

احمد بن خالد کہتے ہیں: ”جب سے اندلس اسلامی حکومت کے زیر سلطنت آیا ہے اس وقت سے لے کر آج اس سرزمین پر کسی عالم کو اتنی عزت، اتنا اونچا مرتبہ اور لوگوں میں اس قدر مقبولیت اور نیک نامی کسی کے حصے میں نہیں آئی جتنی اللہ تعالی نے یحییٰ بن یحییٰ کو عطا فرمائی۔“

واضح رہے کہ اس زمانے میں ویسے بھی علماء اور اہل علم کی بہت زیادہ عزت اور تعظیم ہوا کرتی تھی، تاہم یحییٰ بن یحییٰ کا مقام سب میں برتر تھا، نیز یہ ان کے زمانے کی بات ہے، اس کے بعد بھی اندلس کی سرزمین پر بہت بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے تھے۔

اندلس کے امیر عبدالرحمٰن بن حکم بھی ان کی بے حد تعظیم کرتے تھے، اگر یحییٰ بن یحییٰ کچھ فرما دیتے، تو ان کا فرمان گویا حرفِ آخر اور پتھر پہ لکیر ہوتا۔

پھر ایک حرف بھی اس سے آگے پیچھے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ امیر کی اپنے تمام کاموں میں ان سے مشورہ لینے کی عادت تھی۔ یہاں تک کہ کسی بھی سرکاری منصب پر کسی کو لانے اور ہٹانے میں بھی ان ہی سے مشورہ لیا جاتا، بالخصوص قاضیوں کی پوری نگرانی سرکاری طور پر انہی کے حوالے تھی۔

تاہم امیر عبدالرحمٰن بن حکم کی چاہت تھی کہ یحییٰ بن یحییٰ بھی قاضی (جج) بن جائیں، تاکہ کورٹ کے فیصلے اور زیادہ پختہ ہوں؛ کیوں کہ علم، عمل، تقوی اور عبادت میں کوئی ان کا ہم سر نہیں تھا۔ اور جج کا منصب ویسے تو اِس زمانے میں بھی بہت اونچا عہدہ اور منصب ہے، لیکن اُس زمانے میں خصوصی طور پر جج کی بہت زیادہ عزت اور بہت اونچا مقام تھا، یہاں تک کہ جج وقت کے حاکم اور خلیفہ کو بھی عدالت میں طلب کر سکتے تھے۔

لیکن یحییٰ بن یحییٰ اس منصب کو قبول کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں ہوتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن حکم نے مختلف طریقوں سے ان کو اس منصب پر لانے کی کوشش بھی کی، چناں چہ ایک مرتبہ ایک سرکاری آدمی کو مقرر کیا گیا کہ یحییٰ بن یحییٰ جب درس دینے کے لیے مسجد میں آئیں تو یہ آواز لگانا: ”یہ تمہارے قاضی ہیں!“

یحییٰ بن یحییٰ قرطبہ کی مسجد میں مدرس تھے، چناں چہ جب یہ ماجرا ہوا تو وہ فرمانے لگے:

”میرے اسی منصب میں آپ لوگوں کا زیادہ فائدہ ہے، اور یہی سب کے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر کوئی جج لوگوں پر ظلم کرے گا، تو میں اس کے فیصلوں پر نظر ثانی کروں گا اور اگر میں ہی قاضی بن جاؤں گا، اور کسی کو مجھ سے شکایت ہوئی تو پھر تم لوگ کس کو لے کر آؤ گے جو میرے فیصلوں پر نظر ثانی کرے گا؟“

یحییٰ بن یحییٰ کے اس جواب سے امیر عبدالرحمٰن نہ صرف یہ کہ مطمئن ہو گئے، بلکہ اس کے بعد سے ان کا رتبہ اور مقام ان کی نگاہوں میں اور بھی کئی گنا بڑھ گیا۔

ازدواجی بندھن

محمد دانش

قرآن کریم سورہ روم کی میں اللہ رب العزت نے فرمایا: اور اُس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے لیے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ ان کے پاس چین سے رہو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کردی، جو لوگ غور کرتے ہیں، ان کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔ رسول اللہ صلی الہ علیہ وسلم نے نیک صالح عورت کو دنیا کی بہترین متاع قرار دیا ہے۔

آج کل تقریباً ہر گھر ٹوٹ پھوٹ اور ناچاقیوں کا شکار ہے۔ اس کی بنیادی وجہ دین سے دوری ہے۔ ہم نے قرآن کی تعلیمات کو بھلادیا ہے۔ جس طرح کھانے پینے، سونے جاگنے اور گفتگو کے آداب ہیں، اسی طرح ازدواجی زندگی گزارنے کے بھی کچھ آداب ہیں۔ ان کو ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔ ہم بڑی چاہت سے دلہن بیاہ کرلاتے ہیں اور وہ ہمارے ماحول اور مزاج سے قطعاً مانوس نہیں ہوتی۔ ہمارا اولیں فرض ہے کہ ہم اپنے مزاج اور ماحول سے متعارف کروائیں۔

آج کل موبائل کا استعمال عام ہوچکا ہے بچے، نوجوان اور بوڑھے صبح سے شام تک موبائل میں مصروف نظر آتے ہیں، چناں چہ اگر شوہر اپنے دوستوں کے ساتھ ہر وقت موبائل میں مصروف رہے اور بیگم صاحبہ اپنی سہیلیوں سے گفتگو میں مصروف رہیں تو دونوں کی طبیعت پر گراں گزرے گا اور باہم تلخیاں پیدا ہونا شروع ہوجائیں گی۔

اس حقیقت سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کی صورتیں علاحدہ علاحدہ بنائی ہیں، وہیں مزاج بھی سب کے الگ الگ ہیں۔ اس لیے میاں بیوی کو باہم ایک دوسرے کا مزاج شناس ہونا چاہیے اور ایک دوسرے کے مزاج کو ملحوظ رکھتے ہوئے ازدواجی زندگی گزارنی چاہیے۔ اس طرح وہ خوش حال زندگی گزار سکتے ہیں۔

اسی طرح اگر آپ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرلیں تو آپ کی دنیا اور آخرت دونوں ہی سنور جائیں گی۔ اللہ رب العزت نے ہمیں قرآن کے ذریعے شوہر اور بیوی کے حقوق سمجھائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں یہ بھی وضاحت فرمائی ہے کہ اللہ کن باتوں سے راضی ہوتے ہیں اور کن سے ناراض۔ جب میاں بیوی اُلفت اور محبت سے رہتے ہیں تو اللہ سبحانہ تعالیٰ اُن کو مسکراتا دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام عین فطرت کے مطابق نازل فرمائے ہیں جن پر عمل کرنا بہت آسان ہے۔

آج کل لڑکوں نے طلاق دینے اور لڑکیوں نے خلع لینے کو کھیل تماشا بنایا ہوا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر برہم ہوکر رشتہ ناتا توڑ دیتے ہیں اور پھر بعد میں پچھتاتے ہیں۔ حال ہی میں ایک میاں بیوی میں صرف اس بات پر ناراضی ہوتی رہی کہ خاتونِ خانہ شوہر سے یہ مطالبہ کرتیں کہ جب تم دفتر سے گھر آؤ تو مجھے پہلے سلام کرنا اور شوہر اس بات پر بضد تھے کہ جب میں گھر میں داخل ہوں تو مسکرا کر پہلے تم سلام کروگی۔ کم علمی کی وجہ سے دونوں میں یہ تکرار ہوتی رہی حالاں کہ حکم یہ ہے کہ جو سلام کرنے میں پہل کرے گا، اس کے درجات بلند ہوں گے۔ اور یہ بھی حکم ہے کہ گھر میں داخل ہونے والے کو چاہیے گھر میں موجود لوگوں کو سلام کرے۔

ہم ذیل میں ان اسباب و عوامل کا جائزہ لیتے ہیں جو ازدواجی بندھن ٹوٹنے کا سبب بنتے ہیں اور انہیں درست رکھ کے اس بندھن کو مضبوط بنایا جاسکتا ہے

- رشتہ طے کرتے وقت بڑھا چڑھا کر اپنی حیثیت اور شان بتائی جاتی ہے اور جب بعد میں اصل حقیقت کھلتی ہے تو مایوسی ہوتی ہے اور اعتماد کو ٹھیس پہنچتی ہے اور یوں رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ شریعت مطہرہ نے اس کا حل یہ بتایا ہے کہ جہاں ذہن مذبذب ہو، وہاں استخارہ کرلو یا ان اہل رائے سے مشورہ کرلو جن پر تمھیں مکمل اعتماد ہو۔ مشورہ کرنے والا کبھی نامراد نہیں ہوتا۔ حضور اقدس ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اپنے معاملات میں مشورہ کیا کریں۔" سورہؐال عمران آیت 951)
- خطبہ نکاح میں قرآن کریم سے سورہ نساء، سورہ آل عمران اور سورہ احزاب کی جو آیات پڑھی جاتی ہیں ان پر غور کرنا چاہیے۔ ان آیات میں براہ راست نکاح کا کوئی ذکر موجود نہیں، حالاں کہ قرآن حکیم کی بہت سی ایسی آیات جن میں نکاح کا ذکر ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے دوسری آیات کو چھوڑ کر ان تین آیات کا خاص طور پر کیوں انتخاب فرمایا؟ اصل میں ان تینوں آیات میں جو چیز قدر مشترک ہے وہ "تقویٰ" ہے۔ اس وجہ سے نکاح کے موقع پر خاص طور پر اس بات کی تاکید کی جارہی ہے کہ تقویٰ اختیار کرو۔ درحقیقت تقویٰ کے بغیر ایک دوسرے کے حقوق صحیح معنوں میں ادا نہیں کیے جاسکتے۔ چناں چہ رشتوں کو پائے دار اور مضبوط خوش گوار بنانا ہے تو تقویٰ اختیار کرو۔

حدیث مبارکہ ہے: "سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جس میں مشقت کم سے کم ہو۔" (مسند احمد) یعنی سادگی کے ساتھ بغیر کسی تکلیف اور تکلف کے نکاح کرلیا جائے ایسے نکاح میں اللہ تعالیٰ زیادہ برکت عطا کرتے ہیں۔

- ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کٹورے میں پانی پی رہی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ تھوڑا پانی میرے لیے بھی چھوڑ دینا۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بچا ہوا پانی وہا سے نوش فرمایا جہاں حضرت عائشہ کے ہونٹ لگے تھے۔ بیوی سے ایسی محبت کا مظاہرہ کتنے مرد کرتے ہیں۔ اس پر غور کرنا چاہیے۔
- نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا "آپس کے جھگڑے، آپس کی نفرتیں اور ناچاقیاں یہ (دین کو) مونڈنے والی چیز ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اس کی تشریح کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: میں یہ نہیں کہتا کہ

آپس کے جھگڑے تمہارے بالوں کو مونڈنے والے ہیں۔ بلکہ یہ جھگڑے تمہارے دین کو مونڈنے والے ہیں۔

جب آپس میں نفرتیں ہوتی ہیں اور جھگڑے ہوتے ہیں تو ان جھگڑوں کی وجہ سے انسان نہ جانے کتنے ہی گناہوں میں مبتلا ہو جاتا، ایک دوسرے کی غیبتیں ہوتی ہیں ایک دوسرے پر بہتان لگایا جاتا ہے، ایک دوسرے کی ایذا رسانی ہوتی ہے، ایک دوسرے پر تہمتیں لگائی جاتی ہیں تو یہ جھگڑے بے شمار گناہوں کا مجموعہ بن جاتے ہیں۔

● حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "مؤمن طعنہ دینے والا نہیں ہوتا، لعنت کرنے والا نہیں ہوتا، فحش کلامی کرنے والا نہیں ہوتا اور بد کلامی کرنے والا نہیں ہوتا" اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے چار چیزیں بیان فرمائیں، ان چاروں چیزوں کا تعلق انسان کی زبان سے ہے۔ قرآن حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "لوگوں سے اچھے طریقے سے گفتگو کرو۔"

● عام مشاہدہ ہے کہ گفتگو میں طعن و تشنیع اور لہجے میں سختی ہو تو یہ زبان بڑی بُری آفتیں پیدا کرتی ہے اور اسی زبان کی وجہ سے ازدواجی بندھن ٹوٹ جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے زباں شیریں ملک گیریں۔ میٹھے بول میں جادو ہے ان پر عمل کرنے سے رشتے پائے دار اور مضبوط ہوتے ہیں۔

● ایک حدیث مبارکہ ہے: "جو تم سے ناتا توڑے، تم اس سے ناتا جوڑو اور جو تمہیں محروم کرے، تم اس کو دو اور جو تم پر زیادتی کرے، تم اس کو معاف کر دو۔" اگر ہم نبی کریم ﷺ کے ان مبارک اقوال پر عمل کریں تو ہماری زندگیوں میں انقلاب پیدا ہو جائے اور ہم باہم شیر و شکر ہو کر زندگی گزاریں۔

● بعض اوقات انسان کو ذہنی، جسمانی اور معاشی پریشانیوں سے گزرنا پڑتا ہے اس میں صبر و تحمل اختیار کر کے بڑے سنگین حالات سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ صبر کرنے پر اللہ تعالیٰ اجر بھی خوب دیتے ہیں۔

● ایک بزرگ کو بہت بھوک لگ رہی تھی، اہلیہ سے کہا کھانا دے دو، اُس نے عجلت میں روٹی پکائی تو جل گئی، اہلیہ نے وہی روٹی کھانے کے لیے پیش کر دی۔ بزرگ نے چند لمحے سوچا کہ اگر میری بیٹی اس طرح جلی ہوئی روٹی اپنے شوہر کو پیش کرتی اور وہ غصہ کرتا تو میرے دل کو کتنی تکلیف پہنچتی، چناں چہ انہوں نے صبر و شکر کے ساتھ وہ جلی ہوئی روٹی کھالی۔ ان بزرگ کے وصال کے بعد ان کے ساتھیوں نے انہیں خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ انہوں نے کہا اللہ نے جلی ہوئی روٹی کھانے اور اہلیہ پر غصہ نہ کرنے پر مجھے بخش دیا۔

● حال ہی میں ایک وکیل صاحب کے توسط سے پتا چلا کہ کراچی کی فیملی کورٹ کو تین ماہ کے اندر طلاق اور خلع لینے کی ساڑھے چار ہزار درخواستیں موصول ہوئیں۔

● کچھ لوگ اپنی شان دکھانے کے لیے حق مہر استطاعت سے زیادہ مقرر کر لیتے ہیں اور اس کو ادا کرنے میں کئی بے بنیاد تاویلیں پیش کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ازدواجی بندھن ٹوٹ جاتے ہیں۔

● ازدواجی زندگی باہمی اعتماد اور اتحاد پر پُر سکون رہتی ہے۔ جہاں بد گمانی اور شکوک و شبہات ہوتے ہیں، وہاں ازدواجی بندھن دیر پا قائم نہیں رہتے۔ سورۃ الحجرات میں اس کی سخت مذمت آئی ہے۔ اسی طرح پاک دامن خواتین پر بلاوجہ تہمت لگانے پر سورۃ النور میں سخت وعید آئی ہے۔

● اگر بیوی فضول خرچ ہو اور شوہر کی کمائی بے دریغ فضولیات پر خرچ کرے اور شوہر قرض دار ہو جائے تو بھی گھر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے اور اگر بیوی سگھڑ ہو اور سلیقہ مند شوہر کی کمائی خرچ کرے تو وہ شوہر کا دل جیت لیتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک بزرگ نے اپنی اہلیہ کی کفایت شعاری اور سلیقہ مندی کا واقعہ کچھ یوں سنایا "میری والدہ طویل عرصے سے بیمار تھیں۔ علاج معالجے پر بھی کافی رقم خرچ ہو چکی تھی۔ ان کا جب انتقال ہوا تو وہ جمعہ کا دن تھا اُس زمانے میں جمعہ کو عام تعطیل ہوا کرتی تھی۔ بنک بھی بند تھے، میں کافی فکر مند تھا کہ والدہ کی تجہیز و تکفین اور تدفین کا انتظام کیسے کروں۔ اہلیہ نے میرا چہرہ دیکھا تو فوراً بھانپ لیا اور قریب بلا کر سرگوشی میں کہا کہ میں نے مشکل وقت کے لیے کچھ رقم پس انداز کر کے رکھ لی تھی۔ غرض والدہ کی تجہیز و تکفین خیر خوبی سے انجام پا گئی اور کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلانا پڑا۔ اُس وقت سے اہلیہ جب بھی کسی بات پر خفا ہوتی ہیں اور سخت لہجے میں بات کرتی ہیں، مجھے ان کا یہ احسان یاد آجاتا ہے اور میں ان کی ہر بات کو در گزر کر دیتا ہوں۔"

سوچنے کی بات ہے، بھلا ایسی وفا شعار، دور اندیش اور سلیقہ مند بیوی کو طلاق دینے کا کوئی شوہر سوچ سکتا ہے۔ اگر والدین اپنی بیٹیوں کی اس نہج پر تربیت کریں تو یقیناً وہ سسرال میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا لیں گی۔ اس میں شک نہیں کہ بعض بچیوں میں خداداد صلاحیت ہوتی ہے۔ لیکن والدین کی تعلیم و تربیت سے ان کی صلاحیتوں میں مزید نکھار آجاتا ہے۔

● ایک دور تھا جب رشتے ناتے ہمارے گھر کے بڑے بزرگ طے کرتے تھے وہ صاحب بصیرت اور باصلاحیت ہوا کرتے تھے، اُن کو رشتے اور مزاج پرکھنے کی خوب پہچان تھی۔ اصل میں اُن میں تقویٰ اور دین داری تھی اور ہر رشتے کو قرآن و سنت کی روشنی میں پرکھتے تھے۔ وہ ظاہری شان و شوکت چمک دمک سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ اُن کے منتخب کیے ہوئے رشتے آج بھی پائے دار اور مضبوط ہیں اور خوب نبھاؤ کر رہے ہیں۔

● والدین بیٹے کی شادی کر کے بڑے ارمان اور چاہت سے بہو بیاہ کر لاتے ہیں اور سہانے خواب دیکھتے ہیں کہ جب اللہ ان کو اولاد دے گا تو گھر میں رونقیں آجائیں گی اور ان کی خوشیاں دیکھ کر ہمارا بڑھاپا بھی اچھا گزرے گا۔ لیکن چند دنوں بعد ہی نو بیاہتی دلہن شوہر سے مطالبہ شروع کر دیتی ہے کہ مجھے علاحدہ گھر لے کر دو۔ میں آپ کے بوڑھے ماں باپ کی خدمت نہیں کر سکتی۔ غیرت مند بیٹا اپنے بوڑھے ماں باپ سے علاحدہ نہیں ہونا چاہتا لیکن بیوی روزانہ اتنا زچ کرتی ہے کہ آخر مجبور ہو کر کرائے پر علاحدہ مکان لے لیتا ہے۔ چند سالوں بعد جب ان کے یہاں اولاد ہو جاتی ہے تو انہیں بوڑھے ماں باپ کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ شوہر روزانہ دفتر چلا جاتا ہے اور بیوی تنہائی کے خوف سے ڈرتی ہے کہ کہیں چور ڈاکو کوئی واردات نہ کر دیں۔ دوسرے وہ شوہر سے شکوہ کرتی ہے کہ میں بچوں کو سنبھالوں یا گھر کے کام کاج کروں یا کھانا پکاؤں۔ اس وقت اس کو احساس ہوتا ہے کہ کاش ہم الگ نہ ہوتے تو بچوں کو دادا، دادی کا پیار بھی مل جاتا اور مجھے بھی سہولتیں میسر آجاتیں۔ لیکن اب وہ کس منہ سے واپس سسرال جائے کیوں کہ اس نے تو دادا، دادی کا تو دل توڑ دیا تھا۔ حالاں کہ بزرگوں کی خدمت اور دعاؤں سے انسان پھلتا پھولتا ہے۔

● اگر ہم عقل کے ناخن لیں اور یورپ کی اندھی تقلید نہ کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری ازدواجی زندگی میں بہاریں لوٹ آئیں گی اور طلاق و خلع کا کوئی نام تک نہیں لے گا۔ کفار و مشرکین کے یہی عزائم ہیں کہ ہم اپنی تہذیب کو ان پر مسلط کر لیں اور دین سے دور کر کے مسلمانوں کو ہر لحاظ سے کمزور کر دیں۔

ZJ
Zaiby Jewellers
SADDAR
EXPERIENCE
FINEST OF
CRAFTSMANSHIP
021-35215455, 35677786
Zaibunnisa Street, Saddar, Karachi
zaiby.jeweller@gmail.com

مفتی محمد توحید

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

تحریکِ ختمِ نبوت کی ابتدا کب ہوئی؟

سوال: تحریکِ ختمِ نبوت کی ابتدا کب ہوئی؟ آیا رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب جھوٹے مدعیانِ نبوت نے دعویٰ کیا تھا یا کسی اور دور میں؟

جواب: تحریکِ ختمِ نبوت کی ابتدا آں حضرت ﷺ کے ارشاد: ”أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ“ (میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا) سے ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدعیانِ نبوت کے خلاف جہاد کرکے اس تحریک کو پروان چڑھایا۔

کیا ختمِ نبوت کا عقیدہ جزوِ ایمان ہے؟

سوال: کیا ختمِ نبوت کا عقیدہ مسلمان ہونے کی لازمی شرط اور جزوِ ایمان ہے؟

جواب: بلاشبہ ختمِ نبوت کا عقیدہ جزوِ ایمان اور شرطِ اسلام ہے، کیوں کہ جس درجے کے تواتر اور تسلسل سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا، توحید کی دعوت دی، قرآن کریم کو کلام اللہ کی حیثیت سے پیش فرمایا، قیامت، جزاوسزا اور جنت ودوزخ کی خبر دی، نماز، روزہ اور حج وزکوٰۃ وغیرہ کی تعلیم دی، ٹھیک اسی درجے کے تواتر سے ہمیں یہ معلوم ہے کہ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ ”میں خاتم النبیین ہوں، مجھ پر نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم کردیا گیا ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ پس جس طرح آں حضرت ﷺ کی نبوت اور قرآن کریم کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کا عقیدہ ”ضروریاتِ دین“ میں شامل ہے، اسی طرح ختمِ نبوت کا عقیدہ بھی جزوِ ایمان ہے۔ اور جس طرح آپ ﷺ کی نبوت یا قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے کا انکار، یا اس میں کوئی تاویل، کفر والحاد ہے، اسی طرح آں حضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار یا اس میں تاویل بھی بلاشبہ کفر والحاد ہے، کیوں کہ یہ عقیدہ قرآن کریم کی نصِ قطعی، احادیثِ متواترہ اور اجماعِ مسلسل سے ثابت ہے اور اسلامی عقائد پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں ختمِ نبوت کا عقیدہ درج کیا گیا ہے۔

اہلِ علم نے قرآن کریم کی قریباً سو آیاتِ کریمہ سے عقیدہ ختمِ نبوت ثابت کیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”ختمِ نبوت کامل“

پاکستانی آئین کے مطابق کسی کو مصلح یا مجدد ماننے کا حکم

سوال: آپ کے اور میرے علم کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی دنیا میں تشریف لائیں گے، لیکن پاکستانی آئین کے مطابق، جو بھٹو دور میں بنا تھا، آں حضرت ﷺ کے بعد کوئی مصلح، کوئی مجدد یا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اگر کوئی شخص اس بات پر یقین رکھتا ہے تو وہ غیر مسلم ہے۔ اس لحاظ سے تو میں اور آپ ب ے۔ برائے مہربانی اس پر روشنی ڈالیں۔

جواب: جناب نے آئینِ پاکستان کی جس دفعہ کا حوالہ دیا ہے، اس کے سمجھنے میں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے اور آپ نے اس کو نقل بھی غلط کیا ہے۔ آئین کی اس دفعہ کا پورا متن یہ ہے:

”جو شخص محمد ﷺ (جو آخری نبی ہیں) کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو شخص محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو شخص کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لیے مسلمان نہیں ہے۔“

آئین کی اس دفعہ میں ایک ایسے شخص کو غیر مسلم کہا گیا ہے جو آں حضرت ﷺ کے بعد نبوت جاری ہونے کا قائل ہو یا آپ ﷺ کے بعد نبوت کے حصول کا مدعی ہو یا ایسے مدعیٔ نبوت کو اپنا دینی پیشوا تسلیم کرتا ہو۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ نبی نہیں ہوں گے، نہ نبوت کا دعویٰ کریں گے اور نہ کوئی ان کو نبی مانتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ نبی ہیں، مگر ان کو نبوت آں حضرت ﷺ کے بعد نہیں ملی، بلکہ آپ ﷺ سے چھ سو سال پہلے مل چکی ہے۔ مسلمان ان کی تشریف آوری کے بعد ان کی نبوت پر ایمان نہیں لائیں گے، بلکہ مسلمانوں کا ان کی نبوت پر پہلے سے ایمان ہے۔ جس طرح حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور دیگر انبیائے کرام کی نبوت پر ایمان ہے (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات) اس لیے آئینِ پاکستان کی اس دفعہ کا اطلاق نہ تو حضرت مہدی رضی اللہ عنہ پر ہوتا ہے، کیونکہ وہ مدعیٔ نبوت نہیں ہوں گے، نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوتا ہے، کیوں کہ ان کی نبوت آں حضرت ﷺ سے پہلے کی ہے نہ کہ بعد کی اور نہ ہی اس کا اطلاق مسلمانوں پر ہوتا ہے جو ان حضرات کی تشریف آوری کے قائل ہیں۔

اس دفعہ کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جنہوں نے آں حضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو اس نئی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی، نیز اس کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے، جنہوں نے ایسے لوگوں کو اپنا دینی مصلح اور پیشوا تسلیم کیا اور ان کی جماعت میں داخل ہوئے۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور کب ہوگا؟

سوال: حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور کب ہوگا اور آپ کہاں پیدا ہوں گے اور کتنا عرصہ دنیا میں رہیں گے؟

جواب: حضرت مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کا کوئی متعین وقت قرآن وحدیث میں نہیں بتایا گیا، یعنی یہ کہ ان کا ظہور کس صدی میں؟ کس سال ہوگا؟ البتہ احادیثِ طیبہ میں بتایا گیا ہے کہ ان کا ظہور قیامت کی ان بڑی علامتوں کی ابتدائی کڑی ہے جو بالکل قربِ قیامت میں ظاہر ہوں گی اور ان کے ظہور کے بعد قیامت کے آنے میں زیادہ وقفہ نہیں ہوگا۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کہاں پیدا ہوں گے؟ اس سلسلے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک روایت منقول ہے کہ مدینہ طیبہ میں ان کی پیدائش و تربیت ہو گی اور بیت المقدس ان کی ہجرت گاہ ہو گی اور مکہ مکرمہ میں ان کی بیعت و خلافت ہو گی۔ روایت و آثار کے مطابق ان کی عمر چالیس سال ہو گی جب ان سے بیعتِ خلافت ہو گی۔ ان کی خلافت کے ساتویں سال کانا دجال نکلے گا، اس کو قتل کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان کے دو سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گزریں گے اور 49 برس کی عمر میں ان کا وصال ہو گا۔

کیا تمام مذاہب کے لوگ بخشے جائیں گے؟

سوال: ایک شخص نے یہ کہا کہ کوئی ضروری نہیں کہ قرآن و حدیث کے پابند اشخاص ہی بخشے جائیں گے، بلکہ تمام مذاہب کے لوگوں کی بخشش ہو گی۔ کیا انسانی رواداری، برداشت اور بین المذاہب ہم آہنگی کے نام پر اس طرح کی باتیں کرنا شرعاً ٹھیک ہے؟

جواب: واضح رہے کہ یہ عقیدہ کہ آں حضرت ﷺ کی بعثت کے بعد تمام مذاہب کے لوگوں کی بخشش ہو گی، خالص کفر ہے، کیوں کہ دیگر مذاہب کے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، اللہ اور رسول ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں، ان کے بارے میں قرآن مجید میں جابجا تصریحات موجود ہیں کہ ان کی بخشش نہیں ہو گی۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو مانتا ہو، وہ یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ تمام مذاہب کے لوگ بخشے جائیں گے۔

دجال کا خروج اور اس کے فتنہ وفساد کی تفصیل

سوال: دجال کی سواری (گدھے) کا حلیہ کیسا ہو گا؟ احادیث کی روشنی میں اس کی وضاحت مطلوب ہے، نیز کانا دجال جو اس پر سواری کرے گا، اس کا حلیہ کیا ہو گا؟

جواب: واضح رہے کہ دجال کے گدھے کا حلیہ احادیث میں زیادہ تفصیل سے نہیں ملتا، مسند احمد اور مستدرک حاکم کی حدیث میں صرف اتنا ذکر ہے کہ اس کے دونوں کانوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس ہاتھ ہو گا اور مشکوٰۃ شریف میں بیہقی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ اس کا رنگ سفید ہو گا۔

دجال کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، جن میں اس کے حلیہ، اس کے دعویٰ اور اس کے فتنہ و فساد پھیلانے کی تفصیل ذکر کی گئی ہے، چند احادیث کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1. رنگ سرخ، جسم بھاری بھرکم، قد پستہ، سر کے بال نہایت خمیدہ اُلجھے ہوئے، ایک آنکھ بالکل اسپاٹ، دوسری عیب دار، پیشانی پر "ک، ف، ر" یعنی "کافر" کا لفظ لکھا ہو گا، جسے ہر پڑھا لکھا اور اَن پڑھ مومن پڑھ سکے گا۔
2. پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا اور پھر خدائی کا مدعی ہو گا۔
3. اس کا ابتدائی خروج اصفہان خراسان سے ہو گا اور عراق و شام کے درمیان راستے میں علانیہ دعوت دے گا۔
4. گدھے پر سوار ہو گا، ستر ہزار یہودی اس کی فوج میں ہوں گے۔
5. آندھی کی طرح چلے گا اور مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور بیت المقدس کے علاوہ ساری زمین میں گھومے پھرے گا۔
6. مدینہ جانے کی غرض سے اُحد پہاڑ کے پیچھے ڈیرہ ڈالے گا، مگر فرشتے اسے مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے، وہاں سے ملک شام کا رُخ کرے گا اور وہاں جا کر ہلاک ہو گا۔
7. اس دوران مدینہ طیبہ میں تین زلزلے آئیں گے اور مدینہ طیبہ میں جتنے منافق ہوں گے وہ گھبرا کر باہر نکلیں گے اور دجال سے جا ملیں گے۔
8. دجال جب بیت المقدس کے قریب پہنچے گا تو اہلِ اسلام اس کے مقابلے میں نکلیں گے اور دجال کی فوج ان کا محاصرہ کر لے گی۔
9. مسلمان بیت المقدس میں محصور ہو جائیں گے اور اس محاصرے میں ان کو سخت ابتلا پیش آئے گا۔
10. ایک دن صبح کے وقت آواز آئے گی: "تمہارے پاس مدد آ پہنچی!" مسلمان یہ آواز سن کر کہیں گے کہ مدد کہاں سے آ سکتی ہے؟ یہ کسی پیٹ بھرے کی آواز ہے۔
11. عین اس وقت جبکہ فجر کی نماز کی اقامت ہو چکی ہو گی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس کے شرقی منارے کے پاس نزول فرمائیں گے۔
12. ان کی تشریف آوری پر حضرت مہدی رضی اللہ عنہ (جو مصلے پر جا چکے ہوں گے) پیچھے ہٹ جائیں گے اور ان سے امامت کی درخواست کریں گے، مگر آپ حضرت مہدی کو حکم فرمائیں گے کہ نماز پڑھائیں، کیوں کہ اس نماز کی اقامت آپ کے لیے ہوئی ہے۔
13. نماز سے فارغ ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دروازہ کھولنے کا حکم دیں گے، آپ کے ہاتھ میں اس وقت ایک چھوٹا سا نیزہ ہو گا، دجال آپ کو دیکھتے ہی اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔ آپ اس سے فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے میری ایک ضرب تیرے لیے لکھ رکھی ہے، جس سے تو بچ نہیں سکتا۔ دجال بھاگنے لگے گا، مگر آپ "بابِ لُد" کے پاس اس کو جا لیں گے اور نیزے سے اس کو ہلاک کر دیں گے اور اس کا نیزے پر لگا ہوا خون مسلمانوں کو دکھائیں گے۔
14. اس وقت اہلِ اسلام اور دجال کی فوج میں مقابلہ ہو گا، دجالی فوج تہ تیغ ہو جائے گی اور شجر و حجر پکار اٹھیں گے کہ "اے مومن! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، اس کو قتل کر!"

یہ دجال کا مختصر سا احوال ہے، احادیث میں اس کی بہت تفصیلات بیان فرمائی گئی ہیں۔

ہم شرماتے کیوں ہیں؟

• جب ہمیں سچ اور حق بات کرنی ہو • جب اپنے بچوں کو یہ باور کروانا ہو کہ ہمارے مذہبی تہوار کون سے ہیں، کرسمس اور دیوالی منانے والوں کا ساتھ کیوں دینا منع ہے • ہم سالگرہ کیوں نہیں مناتے • نئے سال پر دھوم دھڑکا کیوں نہیں کرتے • خوشی کے جائز مواقع پر آپے سے باہر کیوں نہیں ہوتے • مرد کی شلوار ٹخنوں سے اوپر ہونی چاہیے • پردہ عورت کی حفاظت کا ذریعہ ہے • سنتوں کی پابندی کی ترغیب اور بدعات سے بچنے کی تلقین کرتے وقت شرماتے ہیں • ہمیں یہ بتاتے ہوئے شرم آتی ہے یہ اللہ کا حکم ہے اور ہمیں غیر مسلموں کی پیروی سے بچنا چاہیے • ہم حق پر ہوتے ہیں، سچی بات پر دلائل بھی رکھتے ہیں مگر کہتے وقت ہونٹ سل جاتے ہیں۔ آخر کیوں؟

(ام ابراہیم)

حکیم شمیم احمد

مٹر

غذائی اور دوائی فائدے

تعارف

مٹر کو عربی میں بازلاء اور انگریزی میں Peas کہتے ہیں۔اس کا نباتاتی نام Pisum sativum ہے۔دنیا بھر میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والی سبزیوں میں پہلے نمبر پر آلو اور دوسرے نمبر پر مٹر ہے۔یہ عام اور ہر جگہ میسر آنے والی سبزی ہے۔مٹر کے دانے دراصل ایک پھلی میں ہوتے ہیں۔اس کے پودوں کے پتوں کے اوپر ایک سبز رنگ کی پھلی ہوتی ہے۔ایک پھلی میں کئی دانے ہوتے ہیں۔یہ برصغیر پاک وہند کے علاوہ چین،روس اور امریکا میں بھی پیدا ہوتا ہے۔

مٹر کا استعمال۔۔۔۔بطورِ سلاد

مٹر خشک کرکے پیس کر آٹا بنالیا جاتا ہے اور آٹے کی روغنی روٹیاں بنا کر کھائی جاتی ہیں۔گھی میں اس کے دانے بھون کر بطور سلاد استعمال کیے جاتے ہیں۔ایشیا میں مٹر کا استعمال سلاد میں بہت زیادہ کیا جاتا ہے۔انھیں پانی میں دو سے چار منٹ پکا کر پھر ٹھنڈے پانی میں ڈال کر چھان کر گاجر، مولی، سیب، کھیرا اور سلاد کے پتوں میں ڈال کر سلاد کے طور پر کھایا جاتا ہے۔مٹر کو چائنہ کھانوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

مٹر۔۔۔شوق سے کھائی جانے والی سبزی

اس سبزی کو سردیوں کے اوائل میں کاشت کیا جاتا ہے اور موسم سرما میں تازہ مٹر ہر جگہ دستیاب ہوتے ہیں۔ڈبوں میں محفوظ کیے مٹر سارا سال بازار میں ملتے ہیں۔یہ ایک ایسی سبزی ہے جو امیر غریب اور ہر طبقے کے لوگ بڑے شوق سے مختلف طریقوں سے پکا کر کھاتے ہیں۔پھلیوں میں سے نکلے دانوں کو سالن میں بھون کر بھی کھایا جاسکتا ہے۔ان کو چاولوں میں ڈال کر مٹر پلاؤ بھی بنایا جاتا ہے جو غذائیت کے لحاظ سے کسی طرح سے کم نہیں۔اس کے علاوہ آلو مٹر، مٹر قیمہ، گوشت اور مٹر عام سالن ہیں۔

مٹر۔۔۔جدید تحقیق

طبّی لحاظ سے مٹر دوسرے درجہ میں گرم وخشک ہوتے ہیں۔جدید تحقیقات کے مطابق اس میں پروٹین، کاربوہائیڈریٹس، وٹامن B1,B6,B3,B2کافی مقدار میں ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ اس میں سلفر یعنی گندھک فاسفورس اور نشاستہ کی بڑی مقدار موجود ہوتی ہے جو انسانی صحت کے لیے نہایت مفید ہے۔انھیں کسی طرح بھی کھایا جائے جسم کو غذائیت بہم پہنچاتے ہیں۔یہ پٹھوں اور اعصاب کو طاقت دیتے اور ہمارے جسم کو قوت مدافعت فراہم کرتے ہیں۔اس کا استعمال پروٹین کی کمی کو دور کرکے جِلد کی رنگت کو نکھارتا ہے اور خون کی خرابی دور ہو جاتی ہے۔اگر دبلے پتلے جسم والے افراد مٹر زیادہ استعمال کریں تو ان کا جسم مضبوط و توانا ہو جائے گا۔

مٹر۔۔۔کم زور افراد کے لیے مفید غذا

جسمانی لحاظ سے کم زور افراد کے لیے مٹر کا سوپ ایک مفید اور اچھی غذا ہے۔

ایک کپ مٹر پہلے گرم پانی میں ڈال کر دو چار ابال آنے پر اتار لیں اور ان کو ٹھنڈا کرکے کھانے سے جسمانی کم زوری ختم ہو جاتی ہے۔

مٹر کے فوائد

1. مٹر کو مسلسل استعمال کرنے سے معدے کے کینسر سے بچاؤ ممکن ہے۔
2. مٹر شریانوں میں ٹوٹ پھوٹ کے عمل کو روکتا ہے اور ان کے افعال کو درست رکھتا ہے۔
3. مٹر دل کے مریضوں کے لیے بھی اس کا استعمال مفید ہے۔
4. قبض ہونے کی صورت میں مٹر کی سبزی کھانے سے پیٹ صاف ہو جاتا ہے اور قبض دور ہو جاتا ہے۔
5. مٹر ابال کر اور پیس کر جسم پر ملنے سے رنگت نکھر آتی ہے اور خوبصورتی بڑھ جاتی ہے۔
6. جسم میں کسی بھی جگہ جلن ہونے پر وہاں پر سبز مٹر پیس کر اس کا لیپ کرنے سے۔جلن مٹ جاتی ہے۔
7. مٹر خون پیدا کرتا ہے۔
8. مٹر قابض، نفاخ اور مسمن بدن ہے۔
9. مٹر جگر کو طاقت دیتے، سینے اور آنتوں کو نرم کرتے ہیں۔
10. مٹر باہ کی کم زوری کو دور کرتے اور جسم میں معدنی نمکیات کی کمی کو پورا کرتے ہیں۔
11. ورمِ پستان میں مٹر رگڑ کر لیپ کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔
12. اگر مٹر کھانے کے بعد تقریباً ایک بڑا چمچ شہد کھالیا جائے تو یہ فوراً ہضم ہو جاتے ہیں۔
13. مٹر دست آور بھی ہیں بشرطیہ کہ انھیں کھانے کے بعد کوئی میٹھی چیز کھالی جائے۔

پکاتے وقت چند ضروری باتوں کا خیال رکھیں

سالن بنانے کے لیے اس میں ادرک کا استعمال زیادہ کریں، یہ بادی پن کو ختم کرتا ہے۔اس میں ٹماٹر شامل کرنے سے اس کی لذّت کے ساتھ ساتھ غذائیت میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔قیمہ مٹر، آلو قیمہ اور مٹر بھون کر کھانے کے شوقین افراد اس سے آگاہ رہیں کہ شوربے کی نسبت قیمہ مٹر، آلو مٹر نسبتاً ثقیل اور دیر سے ہضم ہونے والی غذائیں ہیں۔

مٹر سے انگلیوں کی سوجن دور

سردیوں میں جب انگلیاں سوج جاتی ہیں تو مٹر ابال کر پانی میں ایک چمچ تل کا تیل شامل کرکے انگلیوں کی سکائی کرنے سے انگلیوں کی سوجن دور ہو جاتی ہے۔

مٹر۔۔۔قبض کشا

مٹر میں قبض کشا اثرات ہوتے ہیں۔کچے کھانے سے دست آنے لگتے ہیں، اسی لیے انھیں ابال کر یا سالن میں پکا کر کھانا چاہیے۔کچا کھایا جائے گا تو یہ معدے میں ریاح پیدا کریں گے۔اسی لیے ایسے افراد جن کا معدہ کم زور ہو یا تبخیر معدہ کی شکایت ہو، کھانے سے گریز کریں۔

مٹر سے ورم کی تحلیل

- مٹر چوں کہ ورم کو تحلیل کرتا ہے، اس لیے اس کے لیپ سے ورم، زخم اور سوجن دور ہو جاتی ہے۔بچوں کو دودھ پلانے کے دوران جن ماؤں کی چھاتی پر ورم یا سوجن ہو جائے تو مٹر کے دانے باریک پیس کر روزانہ لیپ کرنے سے دو تین روز میں پستان کا ورم اور سوجن تحلیل ہو کر مکمل آرام آجاتا ہے۔یہ علاج بڑی قیمتی ادویات کے علاج سے کہیں سستا مفید اور بے ضرر ہے۔
- قیروطی آرد کرسنہ طب اسلامی کا ایک مشہور مرکب ہے۔اس کے استعمال سے درد پہلو، پسلی کا درد اور نمونیہ کا درد دور ہو جاتا ہے۔
- زمانہ قدیم سے اطبا اپنے مریضوں کو یہ قیروطی استعمال کرواتے رہے ہیں، اس کے لیپ سے فوراً آرام آجاتا ہے۔
- آرد کرسنہ دراصل عربی میں مٹر کے آٹے کو کہا جاتا ہے۔اس آٹے میں کلونجی، ملٹھی پیس کر بعض دوسری اہم اشیا کے ساتھ ملا کر ایک خاص قسم کے پھول سوسن کے روغن میں ملا کر ورم کی جگہ یا پہلو پر لگایا جاتا ہے اور اوپر سے سینک دیا جاتا ہے۔

Your Friend In Real Estate

جُنید امین

الحمدللہ پورے اطمینان اور بھروسے کے ساتھ
بحریہ ٹاؤن، ڈی ۔ایچ ۔اے سٹی اور ڈیفنس کراچی میں
محفوظ اور منافع بخش سرمایہ کاری۔
معلومات اور مشورے کے لیے

جُنید امین

BAHRIA TOWN

PAKISTAN DEFENCE OFFICERS HOUSING AUTHORITY
HOME FOR DEFENDERS

DHA CITY

نزد مسجد بیت السلام، خیابان جامی، فیز 4، ڈیفنس، کراچی

021-35313254 - 0300-9213373 junaidameen@live.com

حضرت زلیخا

ندا اختر

جب حضرت یوسف علیہ السلام فروخت ہو کر عزیز مصر کے گھر پہنچے تو آپ کے حسن خداداد کو دیکھ کر عزیز کی ملکہ جس کا نام زلیخا تھا، آپ پر فریفتہ ہو گئی اور محبت میں گرفتار ہو کر اس قدر آگے بڑھ گئی کہ اسے اپنی عزت کا خیال بھی نہ رہا۔ دن اور رات حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے دامِ فریب میں پھنسانے کی ناکام کوششیں کرتی رہی۔ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پانے کے لیے سینکڑوں جتن کیے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام خود بھی پیغمبر تھے اور ایک پیغمبر کے لختِ جگر تھے۔ آپ کے حسن معصوم کی عصمت، طہارت، عفت اور تقدس کو اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص سے محفوظ رکھا، چناں چہ آپ علیہ السلام صبر و استقامت سے زلیخا کی ہر اشتعال انگیز حرکت سے پیغمبرانہ جلال اور متانت و تمکنت کے ساتھ گزارتے چلے گئے۔

الغرض جب زلیخا کا ہر حربہ ناکام ہو گیا اور وہ مہِ کنعانی کے حسن و جمال کو اپنی طرف متوجہ نہ کر سکی تو اس کی حالت غیر ہونے لگی۔ ادھر شہر بھر میں زلیخا کے اس وارفتہ پن کا چرچا ہو گیا شہر کی معزز بیگمات جب بھی کہیں اکٹھی ہوتیں تو ان کا موضوع سخن زلیخا کی داستانِ عشق ہی ہوتا۔ تمام عورتیں اسے طعنے دینے لگیں کہ اچھی ملکہ ہے اپنے زرخرید غلام پر فریفتہ ہو گئی ہے اور اس نے اپنے مقام و مرتبہ کا ذرا بھی پاس نہیں رکھا۔

قرآن نے ان کے طعنوں کو اس طرح نقل فرمایا ہے:

"اور شہر میں امراء کی عورتوں نے کہنا شروع کر دیا کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اپنی خواہش نفس کی طرف مائل کرنا چاہتی ہے۔ اس غلام کی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے۔ ہم تو اسے اس معاملہ میں اس کو علانیہ غلطی پر پاتے ہیں۔"

چناں چہ جب زلیخا کو یہ پتا چلا کہ اس کا رازِ عشق زبان زدِ خاص و عام ہو گیا ہے اور شہر کی امیر زادیاں تو اس پر طعنوں کے تیر برسا رہی ہیں، جب اس نے دیکھا، بے ہودہ الزامات اور طعنوں سے دل چھلنی ہونے لگا ہے تو اس نے سوچا کیوں نہ انہیں بھی اپنے محبوب کے حسن کی ایک جھلک دکھا دی جائے کہ انہیں بھی تو کچھ خبر ہو کہ میں کس حسن کی پجاری ہوں۔

زلیخا نے اپنے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک پُر تکلف اور شاہانہ دعوت کا انتظام کیا۔ ایک روایت کے مطابق پورے شہر سے تقریباً چالیس انتہائی معزز خواتین کو دعوت دی اور ان کے بیٹھنے کے لیے بہترین قالین بچھائے گئے، تکیے لگائے گئے اور خوب صورت دسترخوان پر کھانا چن دیا، تازہ اور خوشبودار پھلوں کے ڈھیر لگا دیے۔ اس کے بعد کا منظر خود قرآن مجید یوں بیان فرماتا ہے:

جب سب خواتین آ گئیں تو اس نے ان میں سے ہر ایک کو پھل کاٹنے کے لیے ایک ایک تیز چھری دے دی اور انہیں پھل کاٹ کر کھانے کو دعوت دی ادھر حضرت یوسف علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ وہاں سے گزریں پھر آپ جب وہاں سے گزرے تو پھر جو ہوا قرآن سے پوچھیے! قرآن کہتا ہے:

"پس جب ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا ہی ان کے حسن کی قائل ہو گئیں اور مشاہدہ حسن کرتے کرتے اپنے ہاتھوں کو کاٹ دیا اور سب کی سب کہہ اُٹھیں: "سبحان اللہ! یہ تو انسان نہیں بلکہ کوئی معزز نورانی فرشتہ ہے۔"

زلیخا نے لوہا گرم دیکھ کر ایک اور چوٹ لگانے کا فیصلہ کیا اور کہا:

پھر زلیخا نے بہت کوشش کی کہ یوسف علیہ السلام میرے قریب ہو جائیں لیکن یوسف علیہ السلام نے ایک نہ مانی اور اللہ کی محبت میں جیل چلے گئے ادھر زلیخا بت کے آگے عاجزی کرتی کرتی یوسف علیہ السلام کو مانگتی عاجز ہوئی مگر وہاں پتھروں کو کیا خبر۔

جب زلیخا روتی روتی لاچار ہو گئیں مگر وہاں سے نہایت بے زار ہوئیں ادھر توفیق الٰہی نے ہاتھ پکڑا تو فوراً بت کو توڑ کر چورا چورا کر ڈالا اور لا الہ الا اللہ منہ سے نکلا اور ساتھ ہی یہ عرض کیا:

"اے مولیٰ یا تو تو مجھ سے یوسف کو ملا دے یا یوسف کی محبت میرے دل سے نکال کر اپنی محبت دے۔ الٰہی ہمیں وہ دن دکھا دے کہ ہمیں خود یوسف تلاش کریں اور ہم یوسف سے چھپیں وہ ہمیں بصد منت بلائیں اور ہم ان سے بھاگیں، وہ ہمیں اپنا حسن و جمال دکھائیں ہم ان سے منہ پھیریں اللہ وہ ہم کو دیکھیں اور ہم تجھ کو دیکھیں۔"

زلیخا نے یہ دعائیں مانگیں خدا نے سب دعائیں قبول فرمائیں یوسف علیہ السلام کو بھی ملا دیا اور اپنی طرف بھی بلا لیا جو کچھ مانگا تھا وہ سب کچھ دے دیا۔ جس وقت زلیخا نے یہ دُعائیں کی تھیں ملائکہ نے جنابِ باری میں عرض کیا، اللہ اب تو زلیخا تیری ہو گئی اس کی مراد پوری کر دے۔

اللہ پاک نے فرمایا ملائکہ ہمیں قسم ہے اپنی ذات عالی کی کل زلیخا اپنی مراد کو پہنچ جائے گی۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب زلیخا بوڑھی ہو گئی تھیں اور یوسف علیہ السلام بادشاہ بن چکے تھے۔

دوسرے دن حضرت یوسف علیہ السلام کی سواری بڑے تزک اور شان سے مصر میں نکلی اور زلیخا کی جھونپڑی کے پاس سے گزرنے لگی زلیخا ہاتھ میں لکڑی لے کر لبِ سڑک کھڑی ہوئیں اور یہ کہنا شروع کیا:

"پاک ہے وہ ذات جس نے بادشاہوں کو غلام بنایا گناہ کے سبب سے اور غلاموں کو بادشاہ کر دیا اطاعت کی وجہ سے"

اُدھر اللہ نے حضرت جبرئیل سے کہا: "اے جبرئیل جاؤ یوسف سے کہو کہ وہ اپنی سواری سے اتریں اور اس بڑھیا کی مزاج پرسی کریں۔"

آتے ہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کی سواری کو روک لیا اور سواری سے نیچے اتارا اور کہا کہ اس بڑھیا کے پاس چلیں۔

حضرت یوسف اور حضرت جبرئیل زلیخا کے پاس آئے یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عورت! تو کون ہے؟ زلیخا نے کہا:

"اے یوسف میں وہ ہوں جس نے تمہیں جواہرات اور سونا چاندی خرچ کرکے مول لیا تھا۔ جب سے تمہیں دیکھا رات کو سوئی نہیں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا مگر افسوس کہ ایسی جلدی تم بھول گئے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم نہ بلانے سے کبھی آئے نہ خود کبھی آئے آج تمہیں کس نے بھیجا ہے کہ تم آئے ہو؟"

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ آج مجھے رب العالمین نے بھیجا ہے۔ یہ سن کر دل میں عشق الٰہی موجزن ہونے لگا اور عرض کیا: "تھوڑا سا لے کر بہت سا دے کر مالا مال کرنے والے خدا کا شکر ادا کرتی ہوں۔"

محبت کے آنسو

کائنات غزل

شام کے سائے ڈھل رہے تھے--- سورج کسی بزرگ کی طرح ایک اداس سی نظر سب پر ڈالتا--- اور آنے والے دنوں کے لیے نیک خواہشات کی تمنا کرتا--- ڈوبتا جا رہا تھا--- نور پیلس میں آج شام کی چائے کا اہتمام لان میں لگی کرسیوں پر تھا--- دو دن کے حبس کے بعد کچھ دیر پہلے ہی ہوا چلی تھی--- بیکری کے بسکٹ سے بات شروع ہو کہ ہر دفعہ کی طرح بالا کے رشتے پر اٹک گئی تھی---

آنسوؤں کی جیسے فیکٹری ہی لگی تھی اس کی آنکھوں میں--- ماما پلیز--- ماما--- مان جائیں نا!--- پلیز ماما ماما" رو رو کہ اس نے اپنا حشر کر لیا تھا--- "دیکھیں نا مجھے کینیڈین نیشنیلیٹی مل جائے گی ، لوگ تو ترستے ہیں---" اس نے زرین بیگم کے ہاتھ تھامے---

"بیٹا عاطف میں کچھ نہیں رکھا سوائے اس کے کہ وہ ملک سے باہر رہتا ہے---" بالا کے ہاتھوں کے نیچے سے ہاتھ نکال کہ انھوں نے اپنا کپ پکڑا--

"آپ --- آپ کو کیا ہو گیا ماما--- میں باہر چلی جاؤں گی ، دیکھیں اس ملک میں کیا ہے--" زچ ہو کہ اس نے اپنا کپ تقریباً پٹخا ہی تھا--- "ایسے نہیں کہتے بہت بری بات ہے---"

"ماما دیکھیے آپ پلیز ماموں کو منع کر دیں نا شہروز کے لیے---" جان سے پیاری بیٹی کا اتنا رونا برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا تو کچھ نرم پڑ گئیں---

"میں راضی بھی ہو جاؤں تو تمہارے ابا بالکل بھی راضی نہیں ہوں گے، تمھیں اپنی نظروں سے دور بھیجنے کے لیے---" بہت پیار سے اس کا چہرہ چھو کر گویا ہوئیں---

"پتا نہیں آپ لوگ کیسے ماں باپ ہیں، جو راضی نہیں ہو رہے--- لوگوں کے ماں باپ تو باہر کے رشتوں کے لیے تڑپتے ہیں--- یہاں میرے لیے پلیٹ میں رکھا ہے اور آپ لوگ راضی نہیں ہو رہے---" اب وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی---

"نہیں بیٹا جو بات اپنے ملک کی ہے، کسی ملک کی نہیں ہو سکتی---" شہزرین بیگم اپنے طور سے اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگیں--

"آپ نے پھپھو کی شادی بھی تو باہر کی تھی- وہ بھی تو باہر ہی ہیں---"

"بیٹا وہ باہر شادی کے بعد گئی تھیں---"

"تو ٹھیک ہے میں بابا سے بات کرتی ہوں--- مجھے اس ملک میں نہیں رہنا بس---" تیز تیز قدم اٹھاتی کمرے میں چلی گئی-- کمرے میں بند ہو کر جب اچھی طرح رو چکی تو عرشی کو کال ملائی--

"ہیلو عرشی کیسی ہو یار--- یار جے ڈاٹ پر سیل لگی ہوئی ہے، کل چلو گی نا! میرے ساتھ---"

پوچھنا تو بس رسمی تھا--- اپنی بات سے انکار کہاں سننا تھا اسے---

"آں کل--- کل تو مشکل ہے اصل میں یونی ورسٹی میں 6 ستمبر کا فنکشن ہے، اس لیے میں نہیں جا سکوں گی یار---"

"اوہو--- کیا ہے--- مجھے ہر حال میں کل ہی جانا ہے--"

"ہمم! پھر ایسا کرو کہ تم بھی میرے ساتھ یونی چلو پھر واپسی میں مارکیٹ چلیں گے-"- وہ سوچتے ہوئے بولی-- "اچھا--- چلو ٹھیک ہے---" اس کے مان جانے پر بالا نے دل میں شکر ادا کیا" پھر ملتے ہیں کل صبح-"

◆◆◆

یونی ورسٹی گیٹ سے داخل ہوتے ہی رنگ و خوشبو کا سیلاب نظر آیا--- وہ ناشتا کے بغیر ہی آئی تھیں، اس لیے رخ کینٹین کی جانب تھا---

وقفے وقفے سے مین گراونڈ سے اناؤسمنٹ کی آوازیں آ رہی تھیں--- ٹیبلو شروع ہونے سے پہلے عرشی کے ساتھ وہ گراونڈ میں کرسی سنبھال چکی تھی--- طلبہ نے دلیر سپاہیوں کی شاندار ایکٹنگ کی--- کچھ ہندو گیدڑ بنے--- بالا کو سب بہت اچھا لگ رہا تھا-- اب عرشی کی ڈیبیٹ تھی--- سلام کے بعد عرشی نے نظم سے اپنی تقریر کا آغاز کیا---

لہو جو سرحد پہ بہ رہا ہے
ہم اس لہو کا خراج لیں گے

وہ جوش اور جذبے سے پڑھ رہی تھی--- اس کے پڑھنے کے دل فریب انداز نے سب ہی کو رلا دیا--- "میرے عزیز ہم وطنوں -- ساتھی طالبات---

6 ستمبر یومِ دفاع پاکستان ملک بھر میں بھرپور جوش وجذبے سے منایا جا رہا ہے- آج کا دن ہمیں اُن شہداء کی یاد دلاتا ہے جو 35 سال قبل دشمن کے بزدلانہ حملے کو شجاعت اور جواں مردی سے ناکام بناتے ہوئے اپنی جانیں اس مادر وطن پر نثار کر گئے تھے- یہ اُن شہداء کی قربانیوں کا ہی نتیجہ ہے کہ آج ہم آزاد فضا میں سانس لے رہے ہیں، جنھوں نے ہمیشہ آزادی کا چراغ روشن رکھنے کے لیے اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا-

6 ستمبر 1965 کی شب بھارتی فوج جنگ کا اعلان کیے بغیر بین الاقوامی سرحد پار کرتے ہوئے پاکستان میں داخل ہوئی- بھارتی جرنیلوں کا منصوبہ تھا کہ چھ ستمبر کی صبح لاہور کی سڑکوں پر بھارتی ٹینک اپنے وزیر اعظم کو سلامی دیں گے اور شام کو لاہور جیم خانہ میں کاک ٹیل پارٹی کے دوران بیرونی دنیا کو خبر دیں گے کہ اسلام کا قلعہ سمجھی جانے والی ریاست پر گاؤماتا کے پجاریوں کا قبضہ ہو چکا ہے لیکن بھارت کے ارادوں اور منصوبوں پر اس وقت پانی پھر گیا، جب ان کی افواج کو مختلف محاذوں پر شکست اور پسپائی کی خبریں ملنے لگیں---

وہ کہتی جا رہی تھی---- اور بالا شرمندگی میں ڈوبتی جا رہی تھی---

اپنے ملک پر فخر کی بجائے ہم ملک کو حقیر سمجھتے ہیں-- خود کو کمتر سمجھتے ہیں--- "افففف میرے اللہ--- مجھے معاف کر دے---" عجیب سی کیفیت میں تھی--- اسی لمحے ماما کی کال آ گئی---

"بالا! ماموں آئے ہیں مٹھائی لے کر شہیر کی--- بتاؤ کیسے ٹالوں انھیں---"

دبی دبی سی آواز میں ماما کی بے بسی واضح تھی--- بالا کو مزید شرمندگی ہوئی-- "نہیں ٹالیں ماما-- ہاں کر دیجیے---"

"کیا کیا کہہ رہی ہو مہرین---" انھیں لگا کچھ غلط سن لیا انھوں نے---

"ٹھیک کہہ رہی ہوں ماما---" وہ آنسو پونچھ کہ مسکرائی---

یہ آنسو اپنے وطن سے محبت کے آنسو تھے-- اپنے وطن اور اس کے سپاہیوں کے لیے فخر کے تھے---

جنت کا باغ

ناہید وحید قریشی

گلی کا موڑ مڑ کر وہ ان آوازوں تک پہنچنا چاہتی تھی، جہاں سے ہنسی کا شور بلند ہو کر فضا میں مسکراہٹیں بکھیر رہا تھا۔ اچانک اٹھنے والے بچوں کے قہقہے اس کو بھی ہنسنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ اس کے تیز اٹھتے قدم لمحہ بھر کو رکتے، وہ اس شور کی طرف کان لگاتی اور مسکرا دیتی۔ موڑ کاٹتے ہی بچوں کا پارک تھا۔ جہاں ہر عمر کے بچے کھیل کود میں مصروف تھے۔ ان کی مائیں ایک طرف شاد بیٹھی، بے فکری سے خوش گپیوں میں مصروف تھیں اور بچوں کے کھیل تماشوں سے محظوظ ہو رہی تھیں۔ گاہے گاہے اپنے کھیلتے بچے کی سمت دیکھتیں، کوئی ہدایت جاری کرتیں یا مطمئن ہو کر پھر باتوں میں مشغول ہو جاتیں۔ یہ یہاں روز کا منظر تھا۔ یہ خوب صورت منظر دیکھ کر وہ اپنا بچپن یاد کرتی تھی۔ وہ ان میں سے کسی بچی میں اپنا بچپن ڈھونڈنے لگتی۔ کوئی تو کہیں اس کے بچپن سے ملتی جلتی بچی ہو گی۔۔۔۔ اس نے سوچتے سوچتے پارک کے اندر نظر ڈالی۔

وہ گڑیا سی۔۔۔ جو اپنی گڑیا کا ایک ہاتھ پکڑ کر اس کو لٹکا کر بھاگتی پھر رہی تھی۔ شاید وہ اپنی دانست میں گڑیا کے ساتھ دوڑ لگا رہی تھی۔ وہ بچی مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس نے اس گڑیا سی بچی کی طرف ہاتھ ہلا دیا۔ ایک گبلو ببلو سا بچہ اسے بہت بھایا، لمحے بھر کو وہ سب بھول کر اسے دل چسپی سے دوڑ لگاتے دیکھنے لگی تھی۔ وہ گبلو ببلو بھاگتے بھاگتے اپنے پیچھے دوڑ لگانے والے بچے کو ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کرتا پھر جھک کر اپنا ڈھیلا موزہ کھینچ کر چڑھاتا اور نظر بچا کر بغیر اشارہ دیے چپکے سے دوڑ لگا دیتا تھا۔۔۔ یا کہیں چھپ جاتا تھا۔ اس کے پیچھے دوڑنے والا بچہ لمحے بھر گھبرا کر اسے آواز دیتا تو وہ چپکے سے نکل کر بھاگتا اور دوڑ پھر شروع ہوتی تھی۔ ارے وہ پھول دار فراک والی۔۔۔۔ وہ خود سے کہتی۔

اسے روز کوئی نہ کوئی ایسی بچی نظر آ جاتی جو کھینچ کر اسے اس کے بچپن میں لے جاتی تھی۔۔۔ یہ تو بالکل میرا بچپن ہے۔۔۔ وہ بے اختیار مسکرا کر خود سے کہتی۔ ارے ہاں وہ۔۔۔۔ جو جھولے پر بیٹھی ہے۔۔۔۔ اس کی چھوٹی چھوٹی دو پونیاں۔۔ وہ زور سے کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس کے ہاتھ بے اختیار اپنے سر کی طرف اُٹھ گئے، کہیں اس کے سر پہ یہ دو پونی ٹیل پھر نہ اُگ آئے ہوں تو اب وہ بہت مضحکہ خیز دکھائی دے گی لیکن وہ بچی کتنی پیاری لگ رہی تھی۔ عمر کا ہر بہترین دور، بچپن کی اس بے فکری کے آگے ہیچ معلوم ہوتا تھا۔ وہ بھی بچپن میں اتنی ہی معصوم اور پیاری ہو گی۔ وہ دل ہی دل میں اپنی اس شوخی پر مسکرائی۔ بچپن کی پُر لطف یادیں بہت پر کیف تھیں۔

پورا باغ ایسی ہی پیاری پیاری معصومانہ شرارتوں سے لدا پھندا کسی پھول دار درخت کی مانند ہوا میں مست مسحور جھولتا نظر آتا تھا۔ اسی لیے وہ اسے جنت کا باغ کہتی تھی جہاں ننھے منے فرشتے کھیلتے پھرتے تھے۔ یہاں وہ لمحے بھر کو اپنے بچپن میں لوٹ آتی تھی۔ اب وہ جوان تھی، اسے دنیا کی سمجھ بوجھ آ چکی تھی۔ اسی لیے وہ بچے بچیوں کی بے فکری، ارد گرد سے بے نیازی اور فرشتوں جیسی معصومیت کو محسوس کر کے دنیا کو جان جانے کی عفریت بھلا کر خوش ہو جاتی تھی۔ کچھ شیر خوار اپنی بچوں والی گاڑی میں لیٹے آسمان تک رہے تھے۔ ان میں سے ایک اپنے پیر کا انگوٹھا منہ میں لینے کی کوششوں میں مصروف تھا، وہ کسی تیز آواز پر چونک کر لمحے بھر کو ساکت ہو جاتا اور پھر انگوٹھا پکڑنے کی کوشش میں لگ جاتا

◆◆◆

اُف یہ باغ نہیں، بچوں کی جنت ہے۔۔۔۔ اس نے سوچا اور اپنے بیگ سے رنگین پنسلوں کی ڈبیا نکال لی۔ آج وہ یہ منظر کسی طرح اتار ہی لے گی۔ اس نے اطمینان کے ساتھ ڈبیا کھولی۔ ڈبیا میں قوسِ قُزح کے سارے رنگ پنسلوں کی شکل میں موجود تھے۔ سارے دھنک رنگ اس نے اپنے ہاتھ میں بھر کر بچوں کے باغ کے سامنے کیے تو تمام دھنک رنگ ماند پڑ گئے۔ بچے بچیوں کے رنگ برنگے لباس نے، ان کے کھلکھلاتے قہقہوں نے پنسل کا ہر رنگ پھیکا کر دیا تھا۔۔۔ اتنے پھیکے رنگ۔۔۔ کچھ سوچ کر اس نے پھر نظریں بیگ کے اندرونی حصے میں گاڑ دیں کچھ تلاش کرنے کی کوشش کی کہ اچانک پھیلنے والی گہری خاموشی نے اس کا سکون منتشر کر ڈالا۔ وہ باغ کی سمت گھبرا کر دیکھنے لگی۔۔۔ یہ بچے کہاں گئے؟ اس نے نظریں گاڑتے خود سے سوال کیا۔

جنت کے باغ کو کیا ہوا؟ لیکن جواب میں باغ میں ہر طرف سے خاموشی سی خاموشی تھی

◆◆◆

یا خدا! اس کا دل بیٹھ گیا۔ باغ کی ویرانی، وحشت ناک معلوم ہو رہی تھی اور وہ وحشت زدہ تھی۔۔۔ یہ ہنستے کھیلتے بچے گئے تو کہاں گئے؟ باغ۔۔۔ یہ جنت کا باغ ویران کیسے ہو گیا؟

اسے کوئی جواب نہ مل سکا۔ ہر آنے والا لمحہ اس کی وحشت بڑھا رہا تھا۔ وہ پر نم غم زدہ باغ کے گرد چکر لگاتی، آنکھیں ملتی، باغ کے کونے کونے پر نظریں گاڑتی بچوں کو آوازیں دیتی رہی۔ بہت چیخی چلائی لیکن سب بے سود۔ یہ میرا وہم ہے۔۔۔ اس نے اپنے وہم کو للکارا۔۔۔ میرے وہم دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔ لیکن منظر نہیں بدلا۔ اس نے بے دھیانی سے آنسو پونچھنا چاہے تو ہاتھ میں پکڑی پنسل کی نوکیں اس کے چہرے پر چبھ گئیں۔۔

آہ!! وہ کراہی۔۔ یہ کراہنا اس وحشت اور دکھ کے سامنے کچھ بھی نہ تھا جس نے اس کو ادھ موا کر دیا تھا۔ اس نے پھر ایک بار آنکھیں بند کیں۔ ہمت کر کے دھنک رنگ پنسلوں کو باغ کے مقابل کیا اس امید سے شاید کہ وہ رنگین زندگی سے بھرپور مناظر پھر لوٹ آئیں جو کھو چکے تھے۔ وہ کلکاریاں مارتا منظر جس نے قوسِ قزح کے رنگ گہنائے تھے شاید واپس آجائے۔ لیکن نہیں۔ باغ ویسا ہی بھیانک ویران تھا۔ بچوں کو جیسے زمین نگل گئی تھی، ان کی ماؤں کو آسمان کھا گیا تھا۔ اسے باغ پر وحشت و ویرانی کے کالے سائے کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آیا۔ وہ آہ وزاری کرتے پارک کی باڑھ سے پیٹھ لگا کر زمین پر ہی بقیہ ص 23 پر

جہنم کی آگ

اہلیہ محمد فیصل

"سنو بہو! کچھ لان کے سادہ جوڑے بھی ہیں تمہارے پاس یا یہ زرق برق رنگ برنگ جوڑے ہی لائی ہو میکے سے؟" اماں بی نے نادیہ سے سوال کیا۔ نادیہ جو ابھی پندرہ دن کی نو بیاہتا دلہن تھی، اپنی ساس امی کی فرمائش سن کر ہکا بکا رہ گئی۔ حالاں کہ اس کی امی نے تو کہا تھا کہ چھ ماہ بجی سنوری دلہنوں والا انداز اپنائے رکھنا۔ مگر یہاں تو گنگا ہی الٹی بہ رہی تھی، پندرہ دن میں ہی سادہ جوڑوں کا تقاضا کیا جا رہا ہے۔ خیریت!! نادیہ دل ہی دل میں بڑبڑائی۔ نئی نویلی دلہن ساس امی کے سامنے سوال بھی نہیں کر سکتی تھی۔ "جی جی امی! کچھ جوڑے ہیں سادہ لان کے نئے!!" نادیہ نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

"ہمم!!! لان کے بھی نئے ہیں، اچھا ایسا کرو ان میں سے دو تین جوڑے پانی

میں کھنگال لو تاکہ نئی چمک ماند پڑ جائے۔" ساس امی نے حکم صادر کیا۔

ٹھیک ہے جیسے آپ کا حکم مگر ایسا کیوں؟ نادیہ سے اب رہا نہ گیا، آخر سوال کر ہی لیا۔ "کیوں کیا مطلب؟ کیا تم جانتی نہیں ہو محرم کا مہینا شروع ہونے کو ہے، اور اس ماہ کے دس دن ماتم کے ہوتے ہیں، ہمارے ہاں زمانے سے یہ رواج ہے کہ اس ماہ کے پہلے عشرے میں پرانے سادہ کپڑے پہنے جاتے ہیں۔" اماں بی نے اپنی پہلی روایت سے نادیہ کو آگاہ کیا۔

◆◆◆

نادیہ کپڑوں کے معاملے میں اماں بی کا حکم تو بجا لائی تھی مگر آج یکم محرم کو ہی اس سے ایسی غلطی سرزد ہو گئی کہ اماں بی کا غصہ ساتویں آسمان کو چھو گیا۔ دوپہر میں فارغ ہو کر جب نادیہ اپنی آپی ناجیہ سے فون پر بات کر رہی تھی، اس میں کسی بات پر فلک شگاف قہقہہ لگا گئی۔ کم عمری اور لاپروائی کے دور میں ایسا ہو ہی جاتا ہے، مگر اماں بی نے تو گویا اس بات کو بدشگونی سمجھ لیا۔

"لو بھلا! ان ماتمی دنوں میں کوئی ہنسی ٹھٹھول کرتا ہے، خیر سے میاں والی ہو گئی اب، لیکن اتنی بھی عقل اور سمجھ نہ آئی اور تو اور اس دن بٹھا کر بتایا بھی تھا کہ اس عشرے میں گھر کی فضا سوگوار رہے گی مگر! اس نئی نسل کو کہاں ہماری باتیں ہضم ہوتی ہیں۔" اماں بی کے فرمودات جاری تھے، جب کہ نادیہ چور سی بنی سر جھکائے بیٹھی تھی، عامر (نادیہ کے میاں) بھی اماں کے رویے سے نالاں نظر آ رہے تھے۔ مگر اس وقت کچھ کہنا گویا اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف تھا۔

"اچھا! چھوڑو دل چھوٹا نہ کرو، اماں بی تھوڑے پرانے خیالات کی ہیں، ورنہ دل کی بری نہیں"۔ عامر نے نادیہ کو تسلی دی۔ "جی میں جانتی ہوں" نادیہ نے مختصر اً کہا۔

◆◆◆

آج سات محرم تھی، گھر میں گہما گہمی لگی ہوئی تھی، اماں بی سات محرم کو منت کا شربت بنواتی تھیں اور یہ شربت اچھی خاصی مقدار میں بنوایا جاتا تھا، نادیہ کے لیے یہ سب کچھ نیا اور بہت عجیب تھا، کیوں کہ اس کے میکے میں ایسا ماحول کبھی نہیں رہا تھا۔ بڑے بڑے پتیلوں میں شربت کا انتظام کیا جا رہا تھا۔ عامر نے ہر بار کی طرح اماں بی کو سمجھانا چاہا، مگر اماں بی کے پرزور دلائل کے آگے اس کی دال نہ گلی۔ پھر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی دلیل اس شربت سے ہی منسلک تھی۔

نو اور دس محرم کے دن مزید بدعات کے ساتھ گزرے، نادیہ دل ہی دل میں بے حد پریشان ہوتی رہی، اس کے پاس دلائل کے ساتھ علم نہیں تھا کہ وہ اماں بی کو قائل کرتی، لیکن کچھ غلط کا احساس پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا۔ اور اس پریشانی کا حل کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ آخر وہ رب کے آگے سجدہ ریز ہو گئی اور سب کچھ اس کے حضور کہہ ڈالا، سکون کے ساتھ گویا ایک سرا ہاتھ آ لگا۔ اور پھر چند ہی دنوں بعد رب العزت نے نادیہ کی چھوٹی نند اور گھر بھر کی لاڈلی بیٹی رمیصہ کو اس کام کے لیے چن لیا۔

◆◆◆

امی مجھے عارفہ کے ساتھ مدرسے جانا ہے۔ وہاں بہت اچھا ماحول ہے، اتنی اچھی اچھی معلمات ہیں وہاں اور اتنی پیاری پیاری باتیں بتاتی ہیں کہ بس!! اچھی خاصی وضاحت کے بعد اماں بی نے رمیصہ کو اجازت دے ہی دی۔ رمیصہ مدرسے سے کیا جڑی گھر میں چھوٹی چھوٹی تبدیلیاں ہونے لگیں۔ ٹی وی چلنے کا دورانیہ کم ہونے لگا، تعلیم اور ذکر کے لیے رمیصہ ایک ایک کو پکڑ کر بٹھاتی، ذکی بھائی اور عاصم بھائی (بہنوئی) کی آمد پر مردوں کے کھانے کا الگ انتظام ہونے لگا وغیرہ

◆◆◆

چند دن پہلے ہی نادیہ کی شادی کو سال ہوا تھا، اب پھر محرم قریب تھا۔ آج نادیہ بیٹھی پچھلے سال کی یادیں سوچ رہی تھی کہ رمیصہ نے تعلیم کے لیے آواز لگائی۔ اب تو ہر فرد کو اس وقت کی عادت سی ہو گئی تھی۔ رمیصہ دوپٹے کا ہالہ بنائے بڑے پیارے انداز سے تعلیم شروع کر چکی تھی۔ اس کی عادت تھی کہ مدرسے میں ہر ماہ یا خاص موقع کے متعلق جو بھی خاص بات بتائی جاتی تعلیم میں اسی کو موضوع بناتی۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو آپ نے یہودیوں کو عاشورا کا روزہ رکھتے دیکھا، آپ نے اس کی وجہ پوچھی تو انھوں نے جواب دیا کہ: "یہ بنی اسرائیل کا فرعون سے نجات کا دن ہے، اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر روزہ رکھا تھا۔" آپ نے فرمایا: "موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ موافقت رکھنے میں (ان کی خوشی میں شریک ہونے کے) ہم زیادہ حق دار ہیں۔" آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی عاشورا کا روزہ رکھنے کی تلقین کی۔ (بخاری)۔

یہودیوں کے ساتھ مشابہت سے بچنے کی خاطر آپ نے فرمایا: "اگر میں اگلے سال دنیا میں

موجود ہوا تو محرم کی 9 تاریخ کو (بھی) روزہ رکھوں گا۔" (مسلم)۔

ان احادیث کے بعد رومیصہ نے محرم کی بدعات کا ذکر کیا، جو آج ہی اس کی معلّمہ باجی نے بتائی تھیں، اور جسے سن کر رومیصہ کو اپنے گھر کا نقشہ یاد آگیا تھا۔

محرم الحرام میں بہت ساری بدعات کا ارتکاب کیا جاتا ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

● روزہ رکھنے کی بجائے عصر کے بعد کا فاقہ کرنا ● نوحہ اور ماتم ● گریہ وزاری ● سوگ میں کالے کپڑے پہننا ● رشتہ طے نہ کرنا ● محرم میں شادی نہ کرنا ● نئے کپڑے نہ سلوانا، نہ پہننا ● کپڑے الٹ کر پہننا ● بستر کی چادریں الٹی کرکے بچھانا ● چار پائی الٹی رکھنا مختلف قسم کے شربت اور کھانے بنوا کر یہ سمجھنا کربلا کے شہداء کی بھوک پیاس مٹاتے ہیں حالاں کہ وہ شہداء تو رب کے مہمان بن چکے ہیں، کیا وہ ہمارے کھانے پانی کے محتاج ہیں؟ اور ایصال ثواب سال کے بارہ ماہ کیا جاسکتا ہے، اس کے لیے کوئی مخصوص دن مختص نہیں۔ اور اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنا ہے تو کسی سفید پوش سید گھرانے کی امداد کرکے ثواب پانا بہترین ہے نا کہ تعزیے، شربت اور نیاز پر پیسا ضائع کرنا۔ ● نوحہ وماتم: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو ماتم کرے، رخسار اور منہ پیٹے، گریبان پھاڑے، جاہلیت کی طرح بین ڈالے، وہ ہم میں سے نہیں، میں اس سے بے زار ہوں جو ماتم میں سر کے بال مونڈے یا بلند آواز سے روئے یا کپڑے پھاڑے۔" (بخاری، مسلم) "جس نے نوحہ کیا اپنے رخسار اور منہ پیٹا اور گریباں چاک کیا وہ ہم میں سے نہیں (بخاری) اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ عورتیں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر رو رہی ہیں اور روکنے کے باوجود نہیں رک رہیں تو آپ نے فرمایا جاؤ جا کر ان کے سروں پر راکھ ڈال دو۔ (مسلم: کتاب الجنائز)

رومیصہ کی باتیں سن کر اماں بی کا سر جھکا جا رہا تھا مگر پھر ایک جملہ ان کے منہ سے نکلا کہ: "یہ سب تو ہمارے آباء کئی برسوں سے کرتے رہے ہیں۔"

امی جی! اگر ان کو دین کی سمجھ اور شعور نہیں تھا تو کیا ہم سمجھ اور شعور پانے کے بعد بھی غلط ہی کرتے رہیں گے تمام بدعات گمراہی ہیں اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے یہ ایام تو رب کی رضا حاصل کرنے کے ہیں نا کہ ان بدعات پر عمل کرنے کے، اب ہمیں اپنے آباء کے لیے استغفار کرنا ہے۔ رومیصہ نے رسانیت سے ماں کو سمجھایا۔ اماں بی نے نیم رضامندی سے بیٹی کو دیکھا۔ کیوں کہ ہر عادت کو چھوڑنے میں وقت لگتا ہے، مگر اب ضرب لگ چکی تھی، جلد ہی اس کے اثرات ظاہر ہو جانے تھے۔ جب کہ نادیہ رب کریم کی عنایتوں پر شکر گزار تھی۔ کیوں کہ دل کی بے چینی کو اب قرار آگیا تھا۔ "بے شک! رب کی رضا میں ہی دلوں کا قرار پوشیدہ ہے۔"

بقیہ

جنت کا باغ

بیٹھ گئی۔ اس کے سامنے والا منظر اور بھی بھیانک تھا۔ ان بچوں کی مائیں کالے لباسوں میں گھٹڑیوں کی صورت زمیں بوس ساکت بیٹھی تھیں۔ سر تا پیر سیاہ لباس میں بے حس وحرکت ساکت

◆◆◆

وہ شاد تھیں نہ آباد۔ اس کا کلیجہ منہ کو آگیا۔ ان ماؤں کے چہرے چاند کی مانند روشن تھے لیکن کیسی وحشت تھی ان کی آنکھوں میں ۔۔۔ اس سے یہ وحشت برداشت نہ ہوئی، پنسلوں کی رنگ برنگی ساری نوکیں اس نے کھردری زمین پر رگڑ ڈالیں۔ اسے اب اپنے اوپر غصہ آرہا تھا وہ کیوں بچوں کے باغ تک آئی تھی جو اسے جنت کا باغ لگتا تھا۔ عفریت کا یہ بھیانک منظر ناگ بنا اس کے ہر پچھلے لطیف احساس کو جو اس کے بچپن سے جڑا تھا، اس جنت کے باغ سے جڑا تھا، نگل رہا تھا ۔۔۔ وہ اپنی دھنک رنگ پنسلیں زمین پر گاڑتی رہی۔ انسانوں کے جنگل میں کون سی عفریت ان بچوں کو نگل گئی تھی انسان ۔۔۔ نہیں نہیں!!

یہ انسان کیوں کر کر سکتا ہے۔ وہ سوچتی رہی۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ بے اختیار بچوں پر پیار آتا ہے۔ انسان محبت کا دوسرا نام ہے۔ پھر کس نے ان بچوں کو اس باغ سے محروم کیا ہے ۔۔۔ کس نے یہ باغ اجاڑا ہے ویران کیا ہے؟ انسان کی معراج انسانیت ہے۔ اسی انسانیت پر ہر انسان اپنی جنت یا دوزخ خود تعمیر کرتا ہے۔ انسان اپنی جنت و دوزخ خود تعمیر کرے گا۔ لیکن بچے تو پھول ہوتے ہیں ۔۔۔ باغ کے پھول ۔۔ کسی کے گلشن کے پھول ۔۔۔ جنت کے پھول ۔۔۔ وہ اپنے لیے جنت و دوزخ کی تعمیر سے بھی مستثنیٰ ہیں ۔۔۔

کُل عالم میں روزِ اوّل سے روزِ آخر تک ۔۔ پھول ہی پھول ۔۔۔ کہیں کوئی انسانیت عفریت ان کو نگل تو نہیں گئی ۔۔۔ اس کا دل بیٹھ گیا ۔۔۔ جانے کتنی گھڑیاں کتنے پل گزرے

کڑکتی بجلیوں کی مانند، بادلوں کی خوفناک گڑگڑاہٹ کے ساتھ باغ سے شعلے نمودار ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی بچوں کے قہقہے اٹھے۔ پھر ایک شور بلند ہوا۔ لیکن جنت کے باغ سے مختلف۔ جیسے بہت سے سور، بھیڑیے، گیدڑ سخت تکلیف میں جان کنی کے عالم میں دھونکنی میں جھونکے جا رہے ہوں، وہ بھیانک انداز سے چلا رہے تھے ۔۔۔

خیں ۔۔ خیں۔ اووو ۔۔ اوو ۔۔ غف ۔۔۔ یہ شور بچوں کے باغ سے اٹھ رہا تھا، دل دہلا دینے والی آوازوں کے ساتھ۔ بچوں کے گونجتے قہقہوں کے ساتھ۔ عورتوں کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔ وقفے وقفے سے یہ آوازیں ترتیب کے ساتھ ابھرتیں اور تالیوں کی گونج پر ختم ہو جاتی ۔۔۔ اس نے اپنے پیچھے باغ کے منظر پر نظر ڈالی۔ اس کے قدم پھر اسی سمت اٹھ گئے۔ وہ لڑکھڑاتی ٹوٹی پنسلوں کو ہاتھ میں دبوچے باغ کے اندر جا پہنچی تا کہ قریب سے یہ منظر دیکھ سکے ۔۔۔۔

گزررر ۔۔۔ گزرر کی ہول ناک آواز کے ساتھ ہوا میں آگ کے کوڑے لہرا رہے تھے ۔۔۔

وہ بچے جو باغ میں کھیل رہے تھے، سارے یہیں موجود تھے۔ ان ننھے منے بچوں کے سامنے مسخ شکلوں والے لحیم شحیم انسان آگ کا کوڑا لگنے سے ڈھیر ہو کر زمین بوس ہو رہے تھے۔ بچے چابک دستی سے کوڑا لہرا لہرا کر ان سور کے منہ اور پھولے ہوئے جسموں والے بھیانک آدمیوں کو مار رہے تھے اور وہ عفریت پرست سور نما انسان چیختے چلاتے، روتے گڑگڑاتے گھٹنوں کے بل چلتے بچوں کے آگے رحم کی بھیک مانگ رہے تھے معافی مانگ رہے تھے۔ فریاد کر رہے تھے۔ کچھ بچے اپنے سے کئی گنا بڑی جسامت والے پر بہت لمبا، آگ اور لوہے سے بنا گرز کسی رسی کی طرح ہوا میں لہرا کر، اس سور کے منہ اور پھولی ہوئی جسامت والے کے گرد لپیٹ کر دہکتے لوہے سے باندھ رہے تھے۔ تالیاں گونج رہی تھیں۔ پھر بچے ان پر آگ کے گرز چلاتے۔ کوڑے برساتے تھے۔ ان کی مائیں ایک طرف بیٹھی اس تماشے سے محظوظ ہو رہی تھیں۔ تالیاں بجا رہی تھیں، وہ بھی بچوں کے قہقہوں سے محظوظ ہونے لگیں۔ مائیں شدت جذبات سے چلاتی تھیں۔ "بھیانک انسان! ہوس کے ناسور یہ لے ۔۔۔ یہ سنبھال میرے بچے کا وار ۔۔۔ عفریت پسند لے اور لے۔" ان کی نفرت دیدنی تھی۔ یہ وہی تھے، جنہوں نے جنت کا باغ اجاڑا تھا۔ بچوں سے ان کا بچپن چھینا تھا۔ ان کے معصوم جسموں سے اپنے بدبودار جسم کی ہوس مٹائی تھی ان کی جان لی تھی۔ پھول سے جسم بھنبھوڑے تھے۔

ہاں تمہارے بچے پھول ہیں یہ معصوم فرشتے ہیں۔ وہ بھی چلائی۔ دیکھو وہ اب بھی کھیل رہے ہیں، اپنے جنت کے باغ میں۔ اس باغ میں جہاں ان انسان نما عفریتوں نے اپنے لیے مستقل جہنم تعمیر کر لی تھی۔ اس کی وحشت بھی کچھ کم ہوئی تھی۔ عفریت زدہ انسان گڑگڑانے لگے، مائیں اور ان کے بچے قہقہے لگانے لگے۔ ہاتھی کی جسامت والے کیسے ننھے ننھے بچوں کے قدموں کو پکڑ کر معافی مانگ رہے تھے۔ کہاں گئی ان کی طاقت ۔۔ پیچ اتنی بے بسی ۔۔ اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔ ساری مائیں خوشی سے سرشار اپنے بچوں کی ہمت باندھ رہی تھیں۔ اپنی ماؤں کی آوازیں سن کر بچوں کا جوش وخروش قابل دید تھا۔ ان کے گُرز آگ سے اور کڑکڑانے لگے۔ تیزی سے برسنے لگے انسان نما عفریتوں کے جسم ریزہ ریزہ چنگاریوں کی مانند ہوا میں بکھرنے لگے۔ اس نے بھی ٹوٹی ہوئی نوکیں کاغذ پر گاڑیں اور اطمینان سے عفریتوں کے چنگاری جیسے اڑاتے بھیانک وجود کاغذ پر اتارنے لگی۔

دلدل

امِ نُسیبہ

"کیا بات ہے راشد! چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟" راشد کا دوست کاشف بولا۔ ایسی تو کوئی بات نہیں دوست۔ "راشد نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

"میں کافی دنوں سے نوٹ کر رہا ہوں، ایسا لگ رہا ہے، جیسے تم کہیں اور کھوئے ہوئے ہو اور تمھارا دماغ حاضر نہیں۔" کاشف نے کہا۔ "بس یار طبیعت کچھ ٹھیک نہیں، تم سناؤ کیا ہو رہا ہے؟ اسجد بتا رہا تھا کافی اچھی جاب لگ گئی ہے تمھاری۔" راشد نے بات کا رخ موڑتے ہوئے کہا۔

ہاں دوست! اللہ کا بے حد کرم ہوا۔ ایک این جی او کے تحت کام کر رہا ہوں، بلکہ کام کیا کر رہا ہوں فی الحال تو سیکھنے کے مراحل میں ہوں۔ بہت اچھے اور خدا ترس لوگ ہیں۔ کمپنی کی طرف سے گھر، گاڑی اور دیگر سہولیات بھی ملی ہوئی ہیں۔ سمجھو میری تو قسمت ہی کھل گئی۔

کاشف نے خوشی خوشی تفصیلات بتائیں۔ "واہ ماشاء اللہ بھئی، بہت مبارک ہو۔ اللہ تمھیں مزید ترقی سے نوازے۔ میرے لیے بھی دعا کرنا کہ اللہ پاک میرے مسائل حل فرما دیں۔" راشد نے کہا۔ ان شاء اللہ ضرور۔۔ ویسے تم اپنا سمجھ کر بتاؤ کیا مسئلہ ہے، ہو سکتا ہے میں تمھارے کسی کام آسکوں۔ کاشف بولا۔

"کاشف تمھیں تو معلوم ہی ہے کہ ایم بی اے کیے ہوئے ہمیں تقریباً دو سال ہو چکے ہیں۔ پچھلے سال میرے ابو بھی نوکری سے ریٹائر ہو گئے ہیں، اب والدین کی امیدوں کا مرکز میں ہی ہوں۔ مجھ سے چھوٹی چار بہنیں بھی ہیں جن کی ذمے داری مجھ پر ہے۔ مگر حال یہ ہے کہ نوکری کے لیے مارا مارا پھر رہا ہوں، پر کہیں بات ہی نہیں بنتی۔" راشد افسردگی سے بولا۔ "بات تو سچ ہے یار، آج کل کے دور میں نوکری ملنا بڑا مشکل ہو گیا ہے۔" کاشف نے بھی راشد کی تائید کی۔

"ہر ادارے میں رشوت اور سفارش کا بازار گرم ہے، پیسا دو اور نوکری لو۔" راشد دکھی ہو گیا۔ سچ دوست یہی معاملہ ہے۔ ویسے تو کمپنی کی طرف سے کچھ پابندیاں ہیں مگر تم چاہو تو تمھارے مسئلے کا حل نکل سکتا ہے۔ "کاشف راشد کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔"

"وہ کیسے؟" راشد نے پوچھا۔ "وہ ایسے کہ کل تم میرے ساتھ میرے دفتر چلو۔ میں تمھیں اپنے مینیجر سے ملواؤں گا۔ وہ ہونہار نوجوانوں کی قدر کرتے ہیں، خاص طور پر ان کی جو ضرورت مند بھی ہوں۔"" کاشف نے راشد کو امید دلائی۔ "اگر ایسا ہو جائے تو بہت ہی اچھا ہو" راشد نے کہا۔

اگلے روز راشد کاشف کے ساتھ اس کے دفتر گیا، مینیجر سے بات ہوئی اور وہ گھر واپس آ گیا۔ گھر آنے کے بعد سے وہ کچھ پریشان سا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی والدہ نے اس سے پریشانی کا سبب پوچھا مگر وہ ٹال گیا۔ سارا دن وہ عجیب سی کشمکش میں مبتلا رہا، جیسے کوئی فیصلہ نہ کر پا رہا ہو۔ رات سونے کے لیے لیٹا تو بھی بے چین تھا۔ ایک طرف اچھی نوکری، گاڑی، گھر اور دیگر مراعات ہیں تو دوسری طرف بے روزگاری، مہنگائی اور بڑے کنبے کی ذمے داریاں۔۔۔!!

سوچتے سوچتے وہ ایک فیصلے پر پہنچا اور مطمئن ہو کر سونے کی غرض سے لیٹ گیا۔ ابھی اس کی آنکھ لگی ہی تھی کہ اسے گھبراہٹ سی محسوس ہوئی۔ اس نے پریشانی کے عالم میں آنکھیں کھولیں تو اُسے لگا جیسے اس کی سانس آہستہ آہستہ بند ہو رہی ہے۔ اس نے امی ابو کو پکارنا چاہا مگر آواز منہ سے نکلنے میں ناکام ہو گئی۔ گلا تھا کہ بند ہوتا جا رہا تھا، آنکھیں باہر کو اُبل رہی تھیں۔ اُسے لگا جیسے اُس کا سارا جسم سُن ہو رہا ہو۔ وہ سمجھ گیا کہ اُس کا آخری وقت آگیا ہے۔ ہاں!! موت کسی کی عمر اور مجبوریاں تھوڑی دیکھتی ہے، اُس نے بے اختیار سوچا تھا۔ آخری خیال جو اُسے آیا وہ امی ابو کا تھا۔ پھر وہ غنودگی کے عالم میں چلا گیا۔

اُس کے سامنے اب ایک نیا منظر تھا، اُس کے گھر والے اُس کے سرہانے کھڑے رو رہے تھے۔ وہ اُنہیں دیکھ کر تکلیف محسوس کر رہا تھا مگر وہ اُنہیں روک نہیں سکتا تھا۔ بالآخر اُسے گھر سے قبرستان لے جانے کا وقت آگیا۔ گھر میں جوان موت کی وجہ سے کہرام مچا ہوا تھا۔ کتنے ہی لوگ اُس کے امی ابو کو دلاسا دے رہے تھے۔ اُس کی بہنیں اُس کی موت پر دکھ سے نڈھال دکھائی دے رہی تھیں، وہ باوجود کوشش کے ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکال سکتا تھا۔ منظر تبدیل ہوا اور راشد نے خود کو قبرستان میں پایا۔ اب تک جو سُنتا آرہا تھا، اب اُس کے ساتھ ہونے والا تھا۔ اُسے اپنوں نے منوں مٹی تلے دبا دیا۔

اُس نے سنا ہوا تھا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ منکر نکیر کی طرف سے آواز آئی: من ربک تمھارا رب کون ہے؟ اللہ۔۔۔ اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ ما دینک تمھارا دین کیا ہے؟ اسلام اس نے کہا۔ من نبیک تمھارے نبی کون ہیں؟

اس نے جواب دینا چاہا مگر۔۔۔ یہ کیا۔۔ زبان گنگ، الفاظ گُم۔۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ میرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، مگر اُس کی آواز ہی بند ہو گئی، کچھ بولا ہی نہ گیا۔۔ راسب۔۔ "ناکام! اُسے فقط اتنا ہی سُنائی دیا۔ نہیں نہیں۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔" اس نے تکلیف سے سوچا۔ اگلے ہی لمحے اُسے رات سونے سے پہلے اپنے ہی سوچے ہوئے الفاظ یاد آئے:

"ہاں۔۔۔ ایک سائن ہی تو کرنا ہے۔۔ کیا ہوا اگر میں صرف کاغذوں میں خود کو قادیانی لکھ دوں۔ دل سے تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی آخری نبی مانتا ہوں۔ مگر دوسری طرف اچھی نوکری، گھر، گاڑی اور بہت ساری مراعات ہیں۔۔۔ اور پھر وہ مطمئن ہو کر سو گیا تھا، اور اب۔۔ "کیا میں ناکام ہو گیا۔۔؟؟" اس نے سوچا۔ نہیں۔۔ نہیں۔۔ یا اللہ مجھے معاف کر دیں۔۔ یا اللہ۔۔ یا اللہ۔۔۔"

"وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى" اور آخرت کا عذاب سخت اور دیرپا ہے۔ "یہ آیت تو اسے دنیا میں بھی لرزا دیتی تھی۔ کیا میرے لیے ہمیشہ کا عذاب لکھ دیا گیا ہے۔" وہ سوچ کر کانپنے لگا۔ یا اللہ مجھے معاف کریں۔ "وہ لرزتے ہوئے بولا کہ اچانک اس کے معافی کے لیے اٹھے ہاتھوں کو کسی نے تھام لیا۔" راشد بیٹا! کیا ہوا؟ کیوں کانپ رہے ہو؟ یہ اس کی والدہ کی آواز تھی

"اس نے اچانک آنکھیں کھولیں۔ چند لمحے تو وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنی امی کو دیکھتا رہا۔

"راشد کیا ہوا بیٹا؟ کیا ڈر گئے ہو خواب میں؟" اس کی والدہ پھر بولیں۔ پھر اس نے اپنی والدہ کو ساری بات بتا دی۔

"یا اللہ شکر ہے یہ خواب تھا۔ الحمد للہ کہ اللہ نے مجھے اس دلدل میں دھنسنے سے بچا لیا۔ اگر مجھے اسی حالت میں موت آجاتی تو۔۔۔" راشد کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو بہنے لگے۔ اس کی والدہ نے اسے رونے دیا کہ رونے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔

"عقیدہ ختم نبوت پر مکمل یقین ایمانِ کامل کی بنیاد ہے۔ اس معاملے میں ذرہ برابر غفلت رب تعالیٰ کو پسند نہیں۔ یہ خواب بھی تمھارے لیے رحمت الٰہی ہے، جس نے تمھیں بُرے ارادے سے بچا لیا۔" راشد کی والدہ نے کہا۔

پھر اُسی شام اُسے ایک کمپنی کی طرف سے ایک خط ملا جس میں اسے ملازمت ملنے کی نوید ملی، جہاں وہ دو ہفتے پہلے وہ انٹرویو دے کر آیا تھا۔

"اللہ پاک آپ کا بہت بہت شکر ہے کہ آپ نے مجھے گمراہی سے بچا لیا۔" اس نے آسمان کی جانب دیکھ کر کہا تو اُسے لگا کہ کائنات کی ہر شے اسے دیکھ کر مسکرا رہی ہے۔

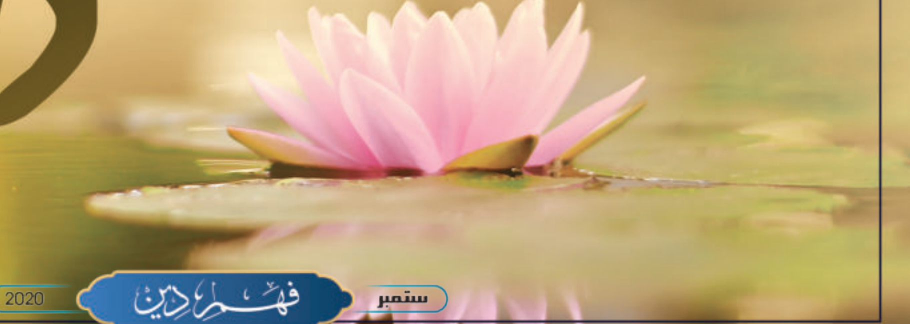

Brady's
The nourishing taste of Scott Baking
Plain Cake
OUR PROMISE
Brady's
DELICIOUS FOOD EXPERIENCE EVERY TIME
Brady's
Plain Cake
Delicious & Delightful
Delicious & Delightful

بدشگونی

قرۃ العین خرم ہاشمی

عالیہ اور میرب دونوں ایک چھوٹے سے محلے میں رہتی تھیں۔ محلے کے زیادہ تر گھرانے بہت غریب اور سادہ تھے۔ عالیہ اور میرب محلے کے ہی ایک اسکول میں پڑھنے جاتیں۔ دونوں کی عمریں دس سال کے لگ بھگ تھیں۔ دونوں بہت شرارتی مگر ذہین بچیاں تھیں۔ اس لیے ہر ٹیچر ان سے بہت پیار کرتی۔ عالیہ اور میرب کے گھر ساتھ ساتھ تھے، اس لیے وہ دونوں دن کا زیادہ تر حصہ ایک ساتھ ہی گزارتیں۔

ایک دن عالیہ اور میرب صبح صبح تیار ہو کر گھر سے نکلیں تو اچانک کہیں سے کالی بلی ان کے سامنے آ گئی۔ عالیہ ایک دم ڈر گئی۔ "میری دادی اماں کہتی ہیں کالی بلی راستہ کاٹ لے تو نحوست ہوتی ہے۔" عالیہ پریشانی سے رک گئی۔

"کچھ نہیں ہوتا! جلدی چلو اسکول سے دیر ہو رہی ہے۔" میرب نے لاپروائی سے کہا تو عالیہ بھی سرہلاتی اس کے ساتھ چل پڑی۔ عالیہ خوفزدہ نگاہوں سے آس پاس دیکھتی رہی مگر کچھ بھی نہیں ہوا تو وہ وقفے تک اس بات کو بھول گئی مگر جب اسکول میں وقفہ ہوا تو عالیہ بھاگتے ہوئے اچانک گر گئی۔ اس کے پاؤں پر شدید چوٹ لگی۔ عالیہ بری طرح رونے لگی۔ سب بچے اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ کچھ نے کلاس ٹیچر کو بلا لیا۔ کلاس ٹیچر اسے اسٹاف روم میں لے گئیں اور اس کے پاؤں کو اچھی طرح دیکھنے کے بعد مطمئن انداز میں سرہلادیا۔

"شکر ہے کہ پاؤں میں موچ نہیں آئی! بس کچھ خراشیں ہیں۔ میں دوا لگا دیتی ہوں۔" مس ہما نے نرم لہجے میں کہا۔ اس وقت اسٹاف روم میں پریشان چہرہ لیے میرب داخل ہوئی۔

"کیا ہو گیا عالیہ؟" میرب نے پاس آکر پریشانی سے پوچھا۔

"میں نے صبح تمہیں کہا تھا نا۔۔۔" عالیہ مس ہما کو پاس آتے دیکھا تو چپ کر گئی۔

"میرب پریشان مت ہو! عالیہ اب ٹھیک ہے۔" مس ہما نے نرم لہجے میں کہا۔ کچھ دیر کے بعد عالیہ اور میرب وہاں سے چلی گئیں۔ اس دن میرب نے ایک نئی بات سیکھی تھی کہ اگر کالی بلی راستہ کاٹے تو ضرور کچھ نہ کچھ ہوتا ہے۔

دراصل عالیہ کی دادی اماں بہت توہم پرست اور وہمی عورت تھیں۔ وہ عالیہ کو بھی ایسی ہی باتیں سکھاتی اور بتاتی رہتی تھیں جبکہ گھر کے باقی لوگ ان باتوں پر توجہ نہیں دیتے تھے۔ میرب کا ذہن کچا اور معصوم تھا۔ اس لیے اسے عالیہ کی باتیں ذہن نشین ہونے لگیں۔

ایک دن عالیہ سے ملنے میرب اس کے گھر آئی۔ دونوں باتیں کرنے لگیں۔ میرب کو پیاس محسوس ہوئی تو اس نے عالیہ سے پانی مانگا۔ عالیہ جلدی سے کونے میں بنے باورچی خانے میں گئی۔ جلدی میں اس کا ہاتھ لگا اور سلیب پر پڑی کانچ کی پلیٹ نیچے گر کے ٹوٹ گئی۔

"ہائے میرا اللہ! یہ کیا کر دیا تم نے!" دادی اماں نے ٹوٹی پلیٹ دیکھتے ہی سینے پہ ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں! میں کانچ اٹھا دیتی ہوں۔" عالیہ کی امی نے تحمل سے کہا۔ اس وقت عالیہ کا بڑا بھائی کسی کام سے گھر سے باہر جا رہا تھا۔ دادی اماں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔

"آج تم باہر نہیں جاؤ گے۔" دادی اماں کے کہنے پر سب حیران رہ گئے۔ "مگر کیوں؟" عالیہ کی امی نے حیرت سے سوال کیا۔

"ارے پلیٹ ٹوٹ گئی ہے! گھر میں بدشگونی ہو گئی اور تم پوچھ رہی ہو کہ کیوں؟ چلو اندر۔"

دادی اماں نے غصے سے عالیہ کے بھائی سے کہا تو وہ خاموشی سے سر جھکا کر اندر چلا گیا۔ عالیہ کی امی گہری سانس لے کر کانچ صاف کرنے لگیں۔ میرب گھر آئی تو نیا سبق سیکھ کر آئی کہ کانچ ٹوٹنا بدشگونی ہوتا ہے۔

کچھ دنوں کے بعد میرب کے گھر میں کانچ ٹوٹ گیا تو اس نے شور ڈال دیا۔

"پاپا! آج آپ کام پر مت جائیے۔" میرب نے پریشانی سے کہا۔

"مگر کیوں بیٹا؟" پاپا نے حیرانی سے سوال کیا۔

"اس لیے کہ گلاس ٹوٹ گیا ہے۔ عالیہ کی دادی کہتی ہیں کانچ ٹوٹنا بدشگونی ہوتا ہے۔" میرب نے پریشانی سے کہا۔

"میرب بیٹی! بدشگونی وغیرہ کچھ نہیں ہوتا۔" پاپا نے نرمی سے کہا۔

"مگر وہ عالیہ کی دادی تو یہی کہتی ہیں" میرب نے پریشانی سے کہا۔

"میں ان سے بات کروں گی۔ تم ناشتا کرو۔" میرب کی امی نے کہا تو وہ سر جھکا کر ناشتا کرنے لگی۔ اگلے دن محلے میں ایک درس دینے والی خاتون آئی تھیں۔ میرب کی امی ان سے بہت اچھی طرح واقف تھیں۔ میرب کی امی اس دن زبردستی دادی اماں کے ساتھ ساتھ، عالیہ اور میرب کو بھی اپنے ساتھ لے گئیں۔ اس دن درس دینے والی خاتون نے مختلف توہمات پر بات کی۔ دادی اماں بہت غور سے سن رہی تھیں۔

"ہم میں سے بہت سے لوگ، کالی بلی کے راستہ کاٹنے، کانچ ٹوٹنے، جوتا الٹا پڑا ہونے، چھوت، وغیرہ کو بدشگونی مانتے ہیں مگر اسلام میں ان سب باتوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔" درس دینے والی خاتون نے نرمی سے کہا۔

"مگر یہ سب باتیں سچ ہیں۔ میری ساری عمر کا نچوڑ۔" دادی اماں نے اونچی آواز میں کہا تو سب لوگ ان کی طرف دیکھنے لگے۔

"میں آپ سے بحث کرنے کی بجائے صرف ایک بات کہوں گی۔ امید ہے آپ سب کو ماننے میں کوئی الجھن نہیں ہو گی۔" درس والی خاتون نے نرمی سے کہا۔

"کون سی بات؟" دادی اماں نے حیرانی سے سوال کیا تو درس دینے والی خاتون نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا۔ "جیسا کہ آپ سب جانتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہیں کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی زندگی اسوہ حسنہ کی بہترین مثال ہے! آپ ﷺ ساری دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے اور آپ ﷺ کا فرمان ہم سب کے لیے مشعل راہ ہے۔"

درس دینے والی خاتون خاموش ہوئی تو سب خواتین نے سرہلا کر تائید کی۔

"بے شک! ہماری جان آپ ﷺ پر قربان۔" دادی جان نے کہا تو سب نے آمین کہا۔ "تو پیارے لوگو! اپنی زندگی میں بھی آپ ﷺ کی تعلیمات پر چلنے کی پوری کوشش ضرور کیا کریں جیسے کہ

بقیہ ص 29 پر

آہ القدس

محمد دانش

"میں نے کہہ دیا نا کہ نہیں منظور مجھے یہ سودا!" سارہ نے سختی سے کہا۔ اس پر یہودی تاجر برہم ہوگیا اور اکڑ کر بولا۔ "ذرا نظر تو ڈالو اپنے اس گھر پر جو گھر کہلانے کے بھی لائق نہیں۔ اس قبر نما گھر کو بیس ملین ڈالر میں خریدنے کو تیار ہوں۔ بیس ملین ڈالر!! جو شاید تم نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھے ہوں گے۔"

اس پر سارہ نے اپنے گھر پر ایک گہری نظر ڈالی، ایک کمرے کا چھوٹا سا گھر اور اسی کے ساتھ ملحق ایک چھوٹا سا بیت الخلاء، بوسیدہ دیواریں، کچی زمین اور اس کے بدلے بیس ملین ڈالر، جس میں وہ اور اس کی آنے والی کئی نسلیں خوش حال زندگی گزار سکتی ہیں۔ مگر بیت المقدس کا پڑوس۔۔۔وہ کہیں اور تو نہیں مل سکتا نا!۔۔۔

"خبردار جو آئندہ میرے گھر کے سودے کی بات کی" وہ شیرنی کی طرح غرائی۔

اور پھر انگشت شہادت اٹھا کر یہودی کو مخاطب کیا "اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ہمیں لالچ دے کر ہم سے ہماری زمینیں خرید کر یہود کو یہاں بسالو گے تو یہ تمہارا خواب ہے اور یہ خواب ہی رہے گا"

اس پر وہ یہودی مشتعل ہوگیا اور سارہ کو بالوں سے پکڑ کر زور سے کھینچا اور کہا: "چپ کر کے مجھے یہ زمین دے دو ورنہ تمہیں بھی تمہارے شوہر کی طرح گمنام جیل میں بند کروادوں گا اور اس زمین پر قبضہ پھر میرا ہی ہوجائے گا للذا شرافت سے دے دو تو تمہارے حق میں بہتر ہے ورنہ طریقے ہمارے پاس اور بھی ہیں" وہ سارہ کو دھکا دیتے ہوئے مکارانہ انداز میں مسکرایا۔

"تم ہمیں مار سکتے ہو، جیلوں میں ڈال سکتے ہو، مگر ہمارے دلوں سے القدس کی محبت نہیں نکال سکتے۔ ہم تو بیت المقدس کے عشاق ہیں اور عشق کبھی ہارا نہیں کرتا۔ یہ محبتیں نسل در نسل منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ ہم نے اپنے آبا سے القدس کی محبت ورثے میں لی ہے۔ واقدساہ!! واقدساہ! (ہائے میرا قدس! ہائے میرا قدس!)

اس یہودی تاجر نے ایک زوردار ٹھوکر اوندھے منہ گری سارہ کو ماری جس پر وہ کراہ کے رہ گئی اور قریب بیٹھی اس کی بیٹی رغد سے کہا جو کافی سہمی ہوئی تھی۔ "اپنی ماں کو سمجھاؤ وہ تمہارا مستقبل خراب کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ یہ گھر بیچ کر تم دنیا کے جس متمدن ملک میں چاہو، عیش و عشرت کی زندگی گزار سکتے ہو۔ تمہارے پاسپورٹ اور پیپر ورک بھی میں کروادوں گا اب اس سے بڑی بے وقوفی کیا ہوگی کہ تم اس پیش کش کو ٹھکرادو" یہ کہہ کر وہ یہودی تاجر وہاں سے چلا گیا، مگر اس نے اپنے عقب سے آتی رغد کی آواز صاف سنی تھی۔

"اَلْقُدْسُ لَنَا وَالْاَرْضُ لَنَا وَالْکُلُّ لَنَا وَاللّٰہُ بِقُوَّتِہٖ مَعَنَا"

◆◆◆

چودھویں کا چاند اپنی آب وتاب سے چمک رہا تھا اور بیت المقدس کو بھی اپنی چاندنی میں ڈبوئے ہوئے تھا۔ رغد گھر سے نکلی اور باب المغاربہ کی طرف آئی۔ وہاں کھڑی وہ مسلسل القدس کو تکتی رہی۔ "واقدساہ!" اس کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو بھی چاند کی روشنی میں موتی کی طرح چمک رہے تھے۔

"ہم دن رات تیری خاطر آزمائے جاتے ہیں۔ نہ جانے یہ یہود کیوں ہمیں تجھ سے جدا کرنا چاہتے ہیں؟؟ نہ جانے کیوں وہ ہماری زمینوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں؟؟ نہ جانے کیوں وہ ہم سے ہماری محبت چھیننا چاہتے ہیں؟؟ لیکن یہ بات تو ہے کہ وہ ہم سے تمہاری محبت نہیں چھین سکتے۔ ہم نے بہت قربانیاں دی ہیں تمہارے لیے اور دیتے رہیں گے کیوں کہ ابھی ہمارے اندر غیرت ایمانی باقی ہے۔ واقدساہ! یہ مسجد صرف فلسطینیوں کی نہیں ہے یہ تو پوری اُمت کی میراث ہے پھر اُمت کیوں نہیں اٹھتی تیری پکار پر؟؟ صرف ہم فلسطینی کیوں آزمائے جاتے ہیں؟؟ قربانیاں صرف ہم کیوں دیتے ہیں؟؟" ابھی وہ ان سوچوں میں ہی تھی کہ کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"رغد!! کیوں رو رہی ہو؟ کیا ہوا؟ چلو اندر چلتے ہیں" عائشہ اور فاطمہ ہاتھ میں مصحف (قرآن کریم) اٹھائے اس کے سامنے کھڑی تھیں پھر وہ تینوں باب المغاربہ سے بیت المقدس میں داخل ہوئیں اور صحن میں ایک زیتون کے درخت کے نیچے بیٹھ گئیں۔ یہ ان کا روز کا معمول تھا کہ رات میں القدس کے صحن میں آکر بیٹھتی تھیں۔ عائشہ اور فاطمہ رغد سے قرآن کریم پڑھتی تھیں۔ مسجد اقصیٰ میں درس گاہ بنانے کی اجازت ہی نہیں۔ وہاں علی الاعلان قرآن کی تعلیم نہیں دی جاسکتی۔ کسی عورت کے پاس دو بچیاں آکر قرآن سیکھتی ہیں پھر جب وہ پڑھ لیتی ہیں تو دو اور آجاتی ہیں۔ بس یوں ہی یہ سلسلہ چلتا ہے۔ یہ یہودی قرآن سے اور اسلام سے بہت ڈرتے ہیں اس لیے وہ درس گاہ بنانے کی اجازت نہیں دیتے۔

"اُداس کیوں ہو رغد؟ کہیں وہ یہودی تاجر دوبارہ تو نہیں آگیا؟؟" عائشہ نے پوچھا جس پر رغد نے اثبات میں سر ہلایا اور عائشہ اور فاطمہ سرد آہ بھر کر رہ گئیں۔ "واقدساہ! آج یہ لوگ ہمیں یہاں سے نکالنا چاہتے ہیں۔ اس سے عظیم مسجد میں ہم قال اللہ اور قال الرسول کی صدا لگانے سے قاصر ہیں۔ وہ بھی کیا وقت ہوتا ہوگا جب القدس کے صحن میں بڑی بڑی درس گاہیں لگتی تھیں۔ کہیں حدیث کا حلقہ ہوتا تھا کہیں فقہ کا۔ ایک طرف حفاظ کی کلاس لگتی تھی تو ایک طرف تجوید پر مہارت حاصل کی جاتی تھی۔ آہ۔۔۔۔ استاذ و شاگرد کے وہ سب ہی حلقے گم ہوگئے۔ ہماری پیاسی نگاہیں آج پھر کسی ایوبی کی متلاشی ہیں تاکہ ایک بار پھر ہم القدس پر اپنے جھنڈے گاڑ سکیں" فاطمہ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"آج مجھے بابا کی بہت یاد آئی بلکہ جب جب وہ یہودی تاجر آتا ہے، مجھے بابا کی یاد ستاتی ہے اور اس نادان کی عقل پر رونا آتا ہے، اس نے کیسے سمجھ لیا کہ یعقوب رمزی کے گھر والے اس سے

القدس کی زمین کا سودا کرلیں گے۔ ہم تو ان یہودیوں کو آدھی انچ زمین بھی نہ دیں۔ ارے ہم یعقوب رمزی کی اولاد ہیں، وہی یعقوب رمزی جس کو بزدل یہودی نے ہزار سال کی قید کی سزا سنائی ہے۔ جس میں سے ابتدائی 16 سال تنہائی کی قید ہے، جس میں کسی سے ملنے کی اجازت نہیں اور میرے بابا 14 سال کی قید کاٹ چکے ہیں۔ رغد کی آنکھوں سے مسلسل اشک رواں تھے۔ اندھیرے اور تنہائی کے علاوہ جیل میں ان کا کوئی ساتھی نہیں۔ ان کو کھانا بھی ایک روشن دان نما کھڑکی سے پھینکا جاتا ہے۔ چودہ سال ہوگئے نہ ہم نے ان کو دیکھا نہ ان کا کوئی خط آیا۔ پتا ہے میرے بابا یوں دعا مانگا کرتے تھے "یا اللہ میں اسلام کے تیروں میں سے ایک تیر ہوں۔ چلانے والے آپ ہیں۔ جو سب سے مشکل اور اہم ہدف ہو اور اجر و ثواب میں سب سے بڑھا ہوا ہو مجھے اس پر دے ماریں"، رغد کی آنکھیں مسلسل آنسو بہا رہی تھیں۔ "میں تو ایسے بہادر باپ کی بیٹی ہوں، مجھے اپنے شیر دل باپ پر فخر ہے اور میں برملا کہتی ہوں کہ القدس آج بھی ایوبی سے یتیم نہیں ہے"

◆◆◆

"رغد دیکھو دروازے پر کون ہے"، مسلسل دروازے کے بجنے پر سارہ نے رغد کو آواز لگائی۔ رغد نے دروازے پر ایک اجنبی نقاب پوش کو پایا۔

"یہ یعقوب رمزی کا گھر ہے؟؟ یہ خط ہے ان کا" اجنبی نے کہا اور رغد کو خط تھما کر چلا گیا۔ رغد تو گویا سکتے میں آگئی پھر اچانک جیسے اسے ہوش آیا تو وہ اندر کی طرف دوڑی۔

"امی جان! بابا کا خط آیا ہے"، رغد نے کپکپاتی آواز میں کہا۔ سارہ بھی بھاگ کر آگئی اور لرزتے ہوئے ہاتھوں سے خط کھولا۔

"ارے یہ خط بابا نے صرف ہمارے لیے نہیں بلکہ مسلمانانِ عالم کے لیے لکھا ہے" اور پھر جیسے جیسے وہ پڑھتی گئیں آنسوؤں کا سیل بھی رواں رہا۔

"السلام علیکم! میرے ان بھائیوں کو جو ایسے عالم میں رہتے ہیں، جنہیں میں جانتا بھی نہیں۔ میں آپ لوگوں کو خط اس لیے بھیج رہا ہوں تاکہ آپ کی وجہ سے میں طاقت ور بن جاؤں، کیوں کہ آپ لوگوں کے وجود سے ہمیں ایسے لگتا ہے کہ ہم بھی زندہ ہیں۔ کیا آپ کے یہاں سورج طلوع ہوتا ہے؟ کیا آپ کے یہاں شفق کی سرخی نظر آتی ہے؟ کیا چاند نکلتا ہے؟؟ اور کیا وہ اب بھی ویسا ہی حسین و جمیل ہے اور تمہارے یہاں ستارے نظر آتے ہیں یا تم لوگ بھی ہماری طرح بغیر چاند کے زندگیاں گزارتے ہو؟ ہم تو بارش کے قطروں کی صرف گرنے کی آوازیں سنتے ہیں اور ہمیں وہ وقت یاد آیا ہے، جب ہم بچپن میں بارشوں میں کھیلا کرتے تھے۔ کیا تمہارے یہاں اجتماع میں ہی جمعے کی نماز پڑھی جاتی ہے؟؟ میں تو کئی سال سے جمعے کی نماز نہیں پڑھ سکا۔ حالاں کہ مجھے بہت اشتیاق ہوتا ہے جمعے کی نماز کا مگر میں اکیلے پڑھنے پر ہی مجبور ہوں۔ کیا میرے لیے جمعے کا اجر ہوگا!!! کیا آپ کے یہاں عیدیں آتی ہیں؟؟ میری زندگی تو کئی سالوں سے آپ لوگوں کی زندگیوں سے بہت مختلف ہے۔ میری عید تو جیل کی ان چار دیواریوں میں گزر جاتی ہے۔ اکیلے ہی عید مناتا ہوں، صبح سویرے اٹھ جاتا ہوں فجر کی نماز کے بعد اپنی قبر (یعنی جیل) کے دروازے پر بیٹھ جاتا ہوں اور تکبیر کہتا ہوں مگر مجھے اپنی ہی آواز کی گونج واپس آتی ہے، جو میری تنہائی کی ساتھی بن جاتی ہے اور نماز کے بعد میری عید ختم ہو جاتی ہے اور میری وہی زندگی واپس لوٹ جاتی ہے۔ ہمارے بھی بہت ارمان ہیں اور ہمارے بھی حسین خواب ہیں لیکن یہ یہودی ہماری موت چاہتے ہیں اور ہمارے اندر سے زندگی کو مار دینا چاہتے ہیں یہاں تک کہ ہمارا کوئی وطن نہ رہے اور فلسطین ہمارا نہ رہے۔ اور وہ تو احمق ہیں وہ ہمارے دلوں سے القدس کی محبت نہیں نکال سکتے۔ کیوں کہ اس کی محبت تو ہمارے دلوں میں گوندھ دی گئی بالکل ایسے جیسے نمک کو آٹے میں گوندھ دیا جائے تو اس کو جدا کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ یہ مقدس مسجد کی زمین ہے۔ یہ ہماری زمین ہے۔ میری مسلمانوں سے اپیل ہے کہ ہماری اس مقدس زمین کا کبھی سودا مت کرنا۔ اپنی جان مال اولاد کے ذریعے سے اس کی حفاظت کرنا کیوں کہ بیت المقدس صرف فلسطینیوں کا نہیں اُمت مسلمہ کا ہے۔

آپ سب عہد کرتے ہیں نا۔۔۔۔!! والسلام

آپ کا بھائی

یعقوب رمزی

(جو گمنام جگہ رہتا ہے)

سارہ اور رغد نے شہادت کی اُنگلی فضا میں اٹھا کر حلفیہ کہا: "ہم اللہ سے پکا عہد کرتے ہیں کہ القدس کی حفاظت کریں گے اپنی جانوں، مالوں اور اولاد کے ذریعے سے"

بقیہ

بدشگونی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"چھوت لگ جانا، بدشگونی یا الو یا صفر کی نحوست یہ کوئی چیز نہیں ہے۔" (صحیح بخاری)

جہاں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اور حکم آگیا کیا وہاں بھی آپ لوگوں کے لیے کسی کو شک یا شبے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

درس والی باجی نے سوال کیا تو سب خواتین نے کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ کی۔

"بالکل بھی نہیں!" سب خواتین نے یک زبان ہو کر کہا۔

"شاباش! آپ سب خواتین نے گھروں میں رہنا ہے۔ اپنے بچوں کی تربیت کرنی ہے۔ آپ لوگوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو اچھی باتیں سکھائیں۔ اپنے بچوں کو توہمات سے بچائیں۔ جن کا اسلام سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ ہمارا مذہب بہت سادہ اور آسان ہے۔ جو ایک سیدھے راستے کی طرح ہے۔ فضول قسم کے توہمات، ایمان کو بھی خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔ پھر آپ کو یقین خدا کی بجائے، ایسی باتوں پر ہونے لگتا ہے کیا ایسا نہیں ہے؟"

درس والی باجی نے سوال کیا تو دادی اماں نے شرمندگی سے نظر جھکا لیں۔ میرب اور عالیہ حیرت سے سب سن رہی تھیں۔

"آنٹی! کیا کالی بلی کے راستہ کاٹنے یا کانچ ٹوٹنے سے بدشگونی نہیں ہوتی؟" میرب نے حیرت سے سوال کیا۔ "نہیں بیٹی! یہ سب بنائی ہوئی باتیں ہیں! کیا آپ نے کسی مولوی یا عالم کو یہ کہتے سنا ہے؟ نہیں نا! تو عام لوگوں کی باتوں پر دھیان مت دیا کریں! اور اپنے راستے پر چلیں۔" درس والی باجی نے کہا۔

"یعنی کہ سیدھے راستے پہ" عالیہ نے جلدی سے کہا تو درس والی باجی نے مسکرا کر سر ہلایا۔

گھر واپسی پر وہ سب باتیں کرتے ہوئے آرہے تھے جب ایک کالی بلی ان کے راستے میں آگئی۔ عالیہ اور میرب نے گردن گھما کر دادی اماں کی طرف دیکھا۔ جو مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئیں۔ "بدشگونی وغیرہ کوئی چیز نہیں ہوتی۔ جو ہوتا ہے اللہ کے حکم اور مرضی سے ہوتا ہے۔" دادی اماں نے یقین سے کہا تو عالیہ اور میرب کے ساتھ ساتھ میرب کی امی بھی مسکرانے لگیں۔

میرب کی امی کی چھوٹی سی کوشش نے آج کئی لوگوں کے ذہنوں کو شک و شبے سے پاک کر دیا تھا۔

بٹیر

فوزیہ خلیل

فائز کی اسکول کی چھٹیاں تھیں۔ اُس نے اپنا چھٹیوں کا کام بہت جلدی ختم کرلیا تھا۔ صبح کو روزانہ وہ سب سے پہلے قرآن پاک پڑھتا، پھر اسکول کی کتابیں لے کر بیٹھ جاتا پھر تھوڑی دیر اپنے دوستوں سے کھیل لیتا۔ پھر اُس کے دوست چھٹیاں گزارنے کے لیے لاہور چلے گئے۔ کچھ دوست اپنی نانی یا خالہ، پھوپھو کے گھر چلے گئے تو فائز گھر پر بور ہونے اور سوچنے لگا: ”میں اپنے لیے کیا مصروفیت تلاش کروں؟ ابھی تو اسکول کھلنے میں بہت سارے دن باقی ہیں۔“

اُس شام فائز اپنے کمرے میں بیٹھا کوئی رسالہ پڑھ رہا تھا کہ اُس کو نانا جان کی آواز سنائی دی۔ وہ بھاگ کر کمرے سے باہر نکلا، یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ نانا جان کے پاس ایک بڑا سا پنجرہ تھا اُس میں کچھ پرندے تھے۔

”ارے نانا جان یہ کیا۔“ وہ حیران ہو کر بولا۔ ”یہ پرندے میں تمہارے لیے لایا ہوں۔“ وہ بولے فائز جھک کر پنجرے میں دیکھنے لگا مگر نانا جان نے پنجرہ کھول دیا۔ اُس میں بطخ اور مرغی تھی ان کو تو وہ پہچانتا تھا مگر ایک اور پرندہ بھی تھا، خوب صورت سا اُس کا جسم گول اور موٹا تھا۔

”نانا جان یہ کیا ہے؟ یہ کیسا پرندہ ہے؟“ فائز نے پوچھا۔

”بیٹا! یہ بٹیر ہے۔ بطخ اور مرغی کی طرح یہ بھی لمبی اور اونچی پرواز نہیں کر سکتا اس کے پر چھوٹے ہوتے ہیں۔“ وہ بولے۔ فائز بہت شوق سے بٹیر کو دیکھنے لگا۔ ”فائز بیٹا یہ پرندہ اپنی خصوصیات میں چڑیا سے بہت ملتا جلتا ہے، اس کی نظر زیادہ تیز نہیں ہوتی۔“

”اگر نظر زیادہ تیز نہیں تو یہ اپنے ماحول سے کیسے باخبر رہتا ہے۔“ فائز نے فوراً پوچھا۔

”اس کے کان بہت حساس ہوتے ہیں۔ وہ اسے ماحول سے باخبر رکھتے ہیں۔ اس کے پنجے اور ٹانگیں مضبوط ہوتی ہیں۔ اسی لیے یہ کافی دیر تک زمین پر چل سکتا ہے۔“ نانا جان بولے۔

”نانا جان آپ کہہ رہے تھے کہ بٹیر زیادہ لمبی اور اونچی پرواز نہیں کرتا، پھر یہ خطرے کے وقت کیا کرتا ہے۔“

”ایسے موقع پر یہ ایک دم سے فضا میں بلند ہوتا ہے اور تیزی سے خطرہ کے مقام سے دور اُڑ جاتا ہے۔

اُس وقت اس کی رفتار 60 کلومیٹر فی گھنٹا ہوتی ہے۔“ انہوں نے بتایا۔

مرغی بطخ اور بٹیر صحن میں اِدھر اُدھر گھومنے لگے۔ فائز کے چھوٹے بہن بھائی بھی وہاں آکر کھڑے ہوگئے۔ بچے بہت ہی خوش اور پُرجوش تھے۔ ”نانا جان بٹیر کیا کھائے گا۔ یہ تو بھوکا لگ رہا ہے۔“ فائز کے بھائی نے بے چین ہو کر پوچھا۔

”بیٹا، یہ بیج، پتے اور پھل پھول کھانے والا پرندہ ہے۔ یہ زمینی کیڑے مکوڑے بھی کھاتا ہے۔ قدرت نے اس کی چونچ خاص طور پر ایسی بنائی ہے کہ یہ ہر قسم کے پھل اور بیج کھا سکتا ہے۔ اس کی چونچ موٹی ہوتی ہے، یہ اپنی چونچ کی مدد سے زمین میں چھپے ہوئے بیج بھی باآسانی نکال لیتا ہے۔“

”اور پانی۔“ فائز نے فوراً پوچھا۔ ”نانا جان! کیا ہم اس کو پانی بھی پلا سکتے ہیں۔“

”ہاں بیٹا! یہ دن میں کئی مرتبہ پانی بھی پیتا ہے۔“ بچے غور سے بٹیر کو دیکھنے لگے۔ وہ عجیب سی آواز نکال رہا تھا۔ جیسے چپ۔ چپ۔ چپ۔ چپ کہہ رہا ہو۔

”یہ عام حالات میں ایسی ہی آواز نکالتے ہیں، چِپ۔ چِپ۔ چِپ۔ چِپ۔ مگر جب آپس میں رابطہ کرتے ہیں تو تیز سیٹی جیسی آواز نکالتے ہیں اور جب خطرہ محسوس کرتے ہیں تو ایک الگ آواز نکالتے ہیں جو چیخ سے ملتی جلتی ہے۔“

کچھ بچے بھاگ کر پانی لے آئے کچھ بچے مختلف طرح کے پھل لے کر آئے۔ پرندوں کی تواضع ہونے لگی۔

”ایک بات تو بتائیے۔“ فائز کی بہن بولی۔ ”اس کی مادہ انڈے دیتی ہے کیا؟“

”ہاں بیٹی، گرمیوں کے موسم میں مادہ بٹیر 14 سے لے کر 20 تک چھوٹے چھوٹے انڈے دیتی ہے۔“ نانا جان بولے۔

”کیا آپ نے کبھی دیکھے ہیں مادہ بٹیر کے انڈے؟“

”ہاں کیوں نہیں، یہ انڈے ہلکے سفید رنگ کے ہوتے ہیں ان پر سیاہ نمایاں دھبے ہوتے ہیں۔ ان انڈوں سے 23 دنوں بعد بچے نکلتے ہیں۔“

”آپ نے کھا کر دیکھے یہ انڈے۔“ فائز نے شوق سے سوال کیا۔ ”ہاں! ایک مرتبہ کھائے تھے بٹیر کے انڈے۔ ذائقہ بالکل مرغی کے انڈے جیسا تھا۔“ وہ بولے۔

”ایک بات اور۔ بٹیر کے ننھے منے بچے کیا کھاتے ہیں؟۔“

”بیٹا شروع میں تو یہ بچے صرف کیڑے کھاتے ہیں، پھر بڑے ہونے پر یہ بیج وغیرہ کھانے لگتے ہیں۔ یہ دن بھر کھاتے رہتے ہیں اور بہت تیزی سے بڑے ہوتے ہیں۔“

”اور پھر۔۔۔“ بچوں نے جلدی سے اگلا سوال کیا۔

”اور پھر یہ کہ صرف دو ماہ بعد ہی یہ اُڑنے کے قابل ہو جاتے ہیں اور اپنی غذا تلاش کرنے لگتے ہیں۔“

”بھئی واہ۔ آج تو بہت مزہ آیا۔ نانا جان نے بہت ہی اچھی اچھی باتیں بتائیں۔“ بچوں نے خوش ہو کر کہا۔ ”اب تم سب وعدہ کرو کہ ان پرندوں کا بے حد خیال رکھوگے۔ ان کے کھانے کا، پینے کا اور یہ کہ ان کو مسلسل پنجروں میں بند نہیں رکھنا۔ تمہارے پیچھے کی طرف جو چھوٹا سا لان ہے وہاں پر یہ پھرتے رہیں گے۔ اُڑ کر کہیں دور تو نہیں جا سکیں گے۔“

”جی نانا جان ضرور، یہ ہمارا وعدہ ہے۔“

”جزاک اللہ نانا جان۔“ ”بارک اللہ بچو۔“

روشنی کا سفر

ام محمد حسن

سر حماد دسویں جماعت کو اُردو کا سبق پڑھانے سے فارغ ہو کر طلبہ سے مخاطب ہوئے: ”عزیز طلبہ ! ۔۔۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں، چند روز بعد 14 اگست یوم آزادی ہے، لٰہذ کل تمام طلبہ وطن سے محبت پر ایک ایک پیرا گراف لکھ کر لائیں۔“

”جی سر!“ طلبہ نے بیک آواز کہا۔ اگلے روز سر حماد نے طلبہ سے ہوم ورک کا پوچھا اور ایک ایک کرکے طلبہ اپنا لکھا ہوا پیرا گراف سناتے رہے۔ حسن کی باری آئی تو حسن نے سنانا شروع کیا:

”ہمیں اپنے وطن پاکستان سے بے پناہ محبت ہے، اس محبت کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا وطن اسلام کے نام پر آزاد ہوا ہے۔ اس کی بنیاد کلمہ لاالہ الااللہ پر رکھی گئی۔ اس وطن نے ہمیں دنیا بھر میں ایک پہچان عطا کی ہے۔“ سر حماد نے حسن کے جذبات کو سراہا۔ چوں کہ حسن کے ساتھ بیٹھنے والا آفاق احمد آج غیر حاضر تھا۔ اس لیے سر اگلے طالب علم کی جانب متوجہ ہوئے کہ اتنے میں حسن کی دبی ہوئی آواز آئی۔

سر۔۔۔ آفاق احمد کل شام مجھے کرکٹ گراؤنڈ میں ملا تھا۔ میں اس سے پیرا گراف لکھنے پر تبادلہ خیال کرنا چاہ رہا تھا، اس نے کہا: ”مجھے پاکستان سے کوئی محبت نہیں ہے۔ آئینِ پاکستان نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے، تمھارے مولویوں نے ضد و عناد سے ہمیں آئین میں کافر لکھوایا ہے، ہم احمدی مسلمان ہیں اور بھئی میں تو کل اسکول سے چھٹی کروں گا“۔ حسن کی بات سن کر پوری کلاس میں سناٹا چھا گیا۔ کچھ دیر بعد سر حمّاد کی آواز نے سکوت توڑا۔

”پیارے بیٹوں ! مجھے یہ جان کر افسوس ہوا کہ آفاق احمد قادیانی ہے اور اسلام جیسی نعمت سے محروم ہے۔ آئینِ پاکستان نے ان قادیانیوں کے ساتھ زیادتی تو قطعاً نہیں کی بلکہ اگر دیکھا جائے تو انہیں رعایت دی گئی ہے۔ اس لیے کہ قادیانی مرتد ہیں اور دین اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ آئین پاکستان نے ان کو کافر قرار دے کر محض اقلیت میں شمار کیا ہے۔“

”سر ! لیکن آئین پاکستان نے ان کو کافر کیوں قرار دیا؟؟ جب کہ وہ بھی ہماری طرح نماز، روزہ، زکوۃ حج سب ارکان اسلام کو مانتے ہیں۔ حتیٰ کہ قرآن پاک بھی پڑھتے ہیں۔“ حسن نے دریافت کیا۔

”بیٹا! قادیانی اس لیے کافر ہیں کیوں کہ وہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ جس طرح حضرت محمد ﷺ کو نبی ماننا ضروری ہے اسی طرح آپ کو آخری نبی ماننا بھی ضروری ہے۔ یہ عقیدہ رکھے بغیر کوئی مسلمان ہو سکتا ہے نہ رہ سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ حضرت عیسی علیہ السلام ضرور تشریف لائیں گے لیکن وہ کوئی شریعت یا کتاب لے کر نہیں آئیں گے۔ اگرچہ وہ اپنے زمانے میں صاحب کتاب نبی و رسول گزرے ہیں لیکن اب وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بن کر تشریف لائیں گے یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ کوئی بہت نیک شخص جس کے سارے اعمال ٹھیک ہوں، اس کا کردار بالکل بے داغ ہو وہ بھی نبی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔ لیکن یہ قادیانی ایسے بدبخت ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد ایک ایسے شخص کو نبی مانتے ہیں، جو ہزاروں خرابیوں، گناہوں، برائیوں کا مجموعہ اور انتہائی بد کردار شخص تھا۔ جس نے تمام انبیاء کرام حتیٰ کہ اللہ رب العزت کی شان میں گستاخیاں کیں۔ جس نے دین اسلام کے مقابل نیا دین بنایا۔ نبوت محمد یہ کے مقابل نئی نبوت، قرآن کریم کے مقابلے میں نئی وحی، مکۃ مکرمہ کے مقابلے میں مکۃ المسیح، مدینہ منورہ کے مقابلے میں مدینۃ المسیح، اسلامی حج کے مقابلے میں ظلی حج، امہات المومنین کے مقابلے میں قادیانی اُم المومنین، صحابہ کرام کے مقابلے میں قادیانی صحابہ تجویز کیے، اپنی عبادت گاہ کو مسجد کا نام دیا۔“

سر حمّاد اتنا کہہ کر خاموش ہوئے تو ارفع نے سوال کیا: ”سر ! کیا پاکستان کے آئین میں کافر لکھے جانے سے پہلے لوگ ان کو مسلمان سمجھتے تھے ؟؟“ سر حمّاد کہنے لگے:

”پیارے بیٹوں ! قادیانیت ایک فتنہ ہے اور اس فتنے کی ابتدا در اصل حکومتِ برطانیا کی سازش تھی، برطانوی حکمران جذبہ جہاد ختم کر کے مسلمانوں کو کمزور کرنا چاہتے تھے۔ چناں چہ اس مقصد کے لیے انہوں نے مرزا غلام احمد نامی شخص کو تیار کیا جو قادیان کا رہائشی تھا اور اسی نسبت کی وجہ سے اس کے ماننے والوں کو قادیانی کہا جاتا ہے۔ اس شخص نے انگریزوں کا زر خرید غلام بن کر اسلام کا لبادہ اوڑھا اور درجہ بدرجہ ملھم، مجدّد، مسیح حتیٰ کہ نبی ہونے کا دعوے دار ہوا۔ اور اس نے یہ اعلان کیا کہ اس کی اطاعت ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس کی نبوت میں اب جہاد منسوخ ہو گیا ہے۔ چناں چہ بہت سے لوگ اس کے مکر و فریب میں آکر مرتد ہوئے اور کئی کمزور عقیدہ لوگوں کو اس نے مال کا لالچ دلا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ میرے بیٹوں ! تقسیم بقیہ ص 35 پر

اسکول کہانی

فرح مصباح

خالد ہوم ورک سے فارغ ہوا تو خالد کی امی اس کے پاس آ کر بیٹھ گئیں اور پوچھنے لگیں: خالد بیٹا! آپ لوگوں کی نئی کلاس کیسی چل رہی ہے؟ ٹیچر وہی ہیں یا کچھ نئے ٹیچر بھی آئے ہیں؟ اور آپ کے نئے دوست کیسے ہیں؟ خالد نے بتایا: "امی! میرے سارے دوست سب الحمد للہ اچھے ہیں۔ اور نئی کلاس بھی بہت اچھی چل رہی ہے۔ اور باقی ٹیچر تو وہی ہیں جو ساتویں کلاس میں ہمیں پڑھاتے رہے ہیں، ایک ٹیچر نئے ہیں، جنہوں نے اسی سال اسکول جوائن کیا ہے۔" امی نے پوچھا: "اچھا بھئی! وہ کون ہیں؟" خالد نے کہا: "سر وقار۔" اور پھر خالد سر وقار کا بڑی شان سے تعارف کرانے لگا۔ "امی! مجھے ان کی شخصیت سب سے الگ ہی لگی، سفید شلوار قمیص، آسمانی رنگ کی واسکٹ، ہلکی ڈاڑھی اور سر پر ٹوپی پہنے وہ الگ ہی نظر آتے ہیں۔ وہ ہمیں اسلامیات پڑھاتے ہیں۔ اپنے نام کی طرح وہ واقعی ایک باوقار شخصیت کے مالک ہیں۔ سر ہمیں کورس کی کتاب کے علاوہ بھی بہت کچھ بتاتے ہیں۔ خاص طور پر انبیاء کرام کے قصے سناتے ہیں۔ سارے ہی بچے ان سے بہت قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ نہایت خوش اخلاق ہیں۔" صفیہ ہارون خالد کو کامیابی کی دعائیں دیتی ہوئی وہاں سے اٹھ کر کچن کی طرف چلی گئیں۔

اور پھر خالد اکثر سر وقار کی کوئی نہ کوئی بات بتانے لگا۔ ایک دن خالد گھر آیا تو سلام کر کے اس نے اپنی امی سے کہا: "امی! آج سر وقار سے ہم نے بڑی عجیب باتیں سنی ہیں۔ اور زندگی میں پہلی دفعہ سنی ہیں۔" صفیہ ہارون نے خالد کو حیرت میں دیکھا تو سمجھ گئیں کہ کچھ عجیب ہوا ہے پوچھنے لگیں: "بیٹا! بتاؤ، کیا عجیب باتیں سنی ہیں؟" امی کے پوچھنے پر خالد نے بتایا: "آج جب سر وقار ہماری کلاس میں آئے تو ہم سے کہا: "آج میں آپ سے ایک سوال پوچھوں گا۔" بچوں نے کہا: "ٹھیک ہے سر! ہم تیار ہیں۔" سر وقار نے پوچھا: "ختم نبوت کیا ہے؟" میرے دوست سفیان نے بتایا: "ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔" سر وقار نے اور بچوں سے بھی پوچھا، سب نے یہی جواب دیا۔ سر نے سب کے جوابات سنے اور پھر ہنستے ہوئے کہا: "بچو! آپ لوگوں کو تو ختم نبوت کا مطلب پتا ہی نہیں، ایسا لگتا ہے، جیسے کسی نے آپ کو اس بارے میں کچھ بتایا ہی نہ ہو۔" خالد نے یہ باتیں اپنی امی کو بتائیں تو ان کا ہاتھ کام کرتے کرتے رک گیا۔ اور وہ کہنے لگیں: "پھر سر نے آپ لوگوں کو اس بارے میں کیا بتایا؟"

خالد خاموش ہو گیا اور پھر کچھ سوچ کر اس نے کہا: "امی! چھوڑیں۔" اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا۔ صفیہ ہارون چونک گئی تھیں اور خالد کی گھبراہٹ بھی محسوس کر رہی تھیں اس لیے انہوں نے کہا: "نہیں بیٹا! مجھے بھی تو بتاؤ، آخر سر نے کیا سمجھایا تاکہ مجھے بھی ٹھیک بات پتا چلے۔" محبت اور نرم دلی سے انہوں نے خالد کو اعتماد دلایا تو خالد بتانے لگا۔: "سر وقار نے بتایا کہ خاتم النبین کا یہ مطلب نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، بلکہ اس کا مطلب ہے آپ نبوت کی مہر تھے۔ آپ کے صدقے اور طفیل دوسرے بہت سے لوگوں کو بھی نبوت ملی اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔" پھر سر وقار نے بتایا: "مرزا غلام احمد جن کا تعلق قادیان سے ہے، وہ ایک نہایت نیک انسان تھے، ان کو خواب میں بشارت ملی اور وہ بھی نبی ہوئے دراصل یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فیض ہے اور آپ ہی کی مہرِ تصدیق سے غلام احمد قادیانی کو یہ مقام ملا۔" ہماری کلاس کا ایک بچہ عبدالحق کھڑا ہوا اور کہا: "سر! میں نے ایک ٹی وی چینل پر ایسا ہی کچھ دیکھا تھا۔" سر وقار نے کہا: "بالکل ٹھیک ہے۔ آپ سب بچے بھی اس چینل کو دیکھیے گا۔ اس چینل سے آپ کو بہت کچھ دیکھنے اور سمجھنے کو ملے گا۔"

صفیہ ہارون بہت پریشان ہو گئیں لیکن انہوں نے پرسکون رہ کر خالد کو سمجھانا شروع کیا: "بیٹا! سر کی باتوں میں نہ آنا۔ ان کی یہ باتیں ٹھیک نہیں ہیں۔" خالد نے کہا: "امی! میرے لیے آپ سب سے بڑھ کر ہیں، آپ نے منع کر دیا میرے لیے یہی بہت ہے، مگر میرے دوستوں کا کیا ہوگا؟ وہ تو اس چینل کو بھی دیکھیں گے اور لگتا ہے سر وقار پھر سے کلاس میں پوچھیں گے تو میں انہیں کیا جواب دوں گا۔" صفیہ ہارون نے کہا: "بیٹا! تم فکر نہ کرو، میں سب سنبھال لوں گی، ان شاء اللہ! حضور ﷺ آخری نبی ہیں، یہی ہمارا عقیدہ ہے اور اس پر ہمارا کسی سے کوئی سمجھوتا نہیں ہو سکتا۔ سر وقار کی باتیں بالکل غلط ہیں۔" صفیہ ہارون نے بڑی تفصیل کے ساتھ خالد کو عقیدہ ختم نبوت سے متعلق آگہی دی۔ اور دیگر بچوں کی ماؤں سے رابطے کے لیے تیاری کرنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس میں کامیابی دی اور سب سے رابطہ کر کے انہوں نے ایک لائحہ عمل بنا لیا۔

اگلے ہی دن بہت سارے والدین اسکول پہنچے اور سر وقار کے خلاف ایک درخواست جمع کروائی۔ پرنسپل صاحب یہ باتیں سن کر بہت ہی حیران اور پریشان ہو گئے۔ انہوں نے والدین کو مطمئن کر کے بھیج دیا۔ اور والدین کے جاتے ہی پرنسپل صاحب نے سر وقار کو اپنے آفس میں طلب کر لیا۔ سر وقار کو اندازہ نہیں تھا کہ پرنسپل صاحب کو اُن کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے۔ سر وقار نے سلام کیا اور قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ سر وقار نے محسوس کیا کہ پرنسپل صاحب غصے میں ہیں۔ سر وقار نے پوچھا: "سر! خیریت تو ہے؟" پرنسپل صاحب نے غصہ دباتے ہوئے پوچھا: "آپ بچوں کو کیا تعلیم دے رہے ہیں؟" سر وقار اس سوال کے لیے بالکل تیار نہ تھے۔ گھبرا گئے اور کہنے لگے: "سر میں سمجھا نہیں۔" پرنسپل صاحب کہنے لگے: "بہت خوب، یہ اچھی رہی! یہ بتائیے کہ ختم نبوت کے بارے میں آپ کا کیا ایمان ہے؟" سر وقار کہنے لگے: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔" پرنسپل صاحب نے کہا: "اور غلام احمد قادیانی کے متعلق کیا خیال ہے؟" سر وقار سمجھ گئے کہ کل آٹھویں کلاس میں کہی بات سامنے آگئی ہے۔ چناں چہ بہت ہی خوشامدی لہجے میں کہنے لگے: "چھوڑیے نا سر! آپ بھی کس بحث میں پڑ رہے ہیں؟"

اصل میں پرنسپل صاحب لباس اور بات چیت سے بہت آزاد خیال اور لبرل لگ رہے تھے اس لیے سر وقار انہیں گھیرنے کی کوشش کرنے لگے، پرنسپل صاحب نے خفا ہوتے ہوئے کہا: "ایسے کیسے چھوڑ دوں؟ آپ میرے سوال کا جواب دیجیے۔"

سر وقار نے جب دیکھا کہ دال گلنے والی نہیں تو انداز تبدیل کرتے ہوئے کہنے لگے: "سر! آپ کہاں مولویوں کی باتوں میں آگئے۔ مولویوں نے بے سر و پا پھیلا رکھی ہیں۔" پرنسپل صاحب نے پہلے سے بھی ذرا تیز لہجے میں پوچھا: "میں جاننا چاہتا ہوں غلام احمد قادیانی کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے۔" اب سر وقار کے پاس فرار کا راستہ نہیں تھا کہنے لگے: "سر

میرے پاس کچھ کتابیں ہیں، میں آپ کو کل ہی وہ پیش کر دوں گا، آپ دیکھیے گا سر! مولویوں نے کیسے اچھے بھلے اور نیک دل انسان پر کیسے کیسے بہتان لگائے ہیں۔ آپ خود پڑھیں گے تو حقیقت آپ کو سمجھ آجائے گی، پلیز سر مولویوں کی باتوں پر نہ جائیں۔" یہ سننا تھا کہ پرنسپل صاحب کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور سوچنے لگے: "بغیر تحقیق کیے میں نے کیسے اس شخص کو اسلامیات پڑھانے کے لیے رکھ لیا۔ صرف اس کا ظاہری حلیہ دیکھ کر، اس کی انگریزی دیکھ کر، اس کی چرب زبانی دیکھ کر او خدایا! یہ میں نے کیا کر دیا۔" پرنسپل صاحب اس گھڑی پر افسوس کرنے لگے، جب انہوں نے سرو قار کو ٹیچر رکھا تھا۔ پھر کچھ سوچ کر بولے: "ٹھیک ہے آپ جائیے! کل ہم اس پر بات کریں گے۔ آپ کی ملاقات کل ایک بزرگ سے کرواتے ہیں۔" سرو قار سوچنے لگے: "اگر کوئی مولانا صاحب آگئے تو بڑی مشکل ہو جائے گی لیکن پرنسپل صاحب کو انکار کرنا خود کو مزید خطرے میں ڈالنا تھا۔" کہنے لگے: "ٹھیک ہے سر! ضرور ملیں گے ان بزرگ سے، بلکہ سر میں کتابوں کے دو سیٹ لے آؤں گا ایک آپ، ایک ان بزرگ کے لیے۔"

اگلے دن سرو قار دو کی بجائے کتابوں کے 4 سیٹ لے کر گھر سے نکلے، اسکول کے قریب پہنچے تو انہوں نے اسکول کے باہر کھڑی گاڑی سے ایک بزرگ کو نکلتے دیکھا، یہ بزرگ ختم نبوت کے موضوع پر تقریر کے لیے بہت مشہور تھے۔ سرو قار کے پاؤں تلے سے زمین نکلنے لگی اور چپکے سے بائک واپس موڑی اور نکلتے چلے گئے۔

دوسری طرف پرنسپل صاحب نے بچوں کے والدین کے ساتھ علاقے کے دوسرے بہت سے معززین کو بھی بلالیا تھا۔ اب سب کو سرو قار کا انتظار تھا لیکن سرو قار کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ انہیں کئی بار فون کیا گیا ہر بار یہی سننے کو ملا: "آپ کے مطلوبہ نمبر سے فی الحال جواب موصول نہیں ہو رہا، برائے مہربانی کچھ دیر بعد کوشش کیجیے۔" آخر پرنسپل صاحب نے حاضرین کو مختصر حالات بتائے اور پھر کہنے لگے: "یہ بزرگ ہماری دعوت پر تشریف لائے ہیں، آپ سب سے گزارش ہے ان کی بات توجہ سے سنیے۔" اب بزرگ عالم دین اُٹھے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور درود و سلام پڑھنے کے بعد بہت ہی دل نشیں انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور ختم نبوت کو بیان کیا یہ بھی بتایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی فرما دیا تھا، ایسے جھوٹے پیدا ہوں گے جو نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے۔" انہوں نے مزید کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے آج تک مسلمان اس نظریے اور عقیدے کے ساتھ رہے ہیں اور ہمیشہ یہی سب عقیدہ رکھیں گے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے آسمانوں پر اٹھا لیا تھا، جب اللہ چاہیں گے وہ تشریف لائیں گے لیکن آپ بھی اس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بن کر آئیں گے۔ میں تمام والدین سے درخواست کرتا ہوں، پرنسپل صاحب سے التجا کرتا ہوں کہ ہمارے ان نونہالوں کی تعلیم و تربیت کے معاملے میں بہت احتیاط کریں اور کسی کے سپرد کرنے سے پہلے اس کے عقیدے کی مکمل تحقیق ضرور کریں، ہمیں اپنے کام دھندوں سے فرصت نہیں ذرا سوچیے کل آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے اور کیا جواب دیں گے؟ کیوں نہ ایسا کریں کہ ہمیں اپنے آقا ﷺ کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے اور آپ ﷺ کی شفاعت سے محروم نہ ہوں۔۔۔ آپ سب اس کا خاص خیال اور اہتمام کریں گے نا! حاضرین کی آنکھیں اشکبار ہو چکی تھیں۔ ایک آواز میں سب پکار اٹھے: "جی ہاں! ہم اس کا خیال رکھیں گے اور ختم نبوت کے عقیدے پر نہ صرف خود مضبوطی سے قائم رہیں گے بلکہ اس کے تحفظ کے لیے تن من دھن کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔"

بقیہ روشنی کا سفر

ہند سے پہلے بھی علماء کرام نے انگریز کے لگائے اس بدبودار پودے کی بیخ کنی کے لیے بڑی کوششیں کیں اور قیام پاکستان کے بعد قادیانیت کے خلاف بڑی زبردست تحریکیں چلائیں۔ قادیانی ایسے سازشی ہیں کہ اسلام کے نام پہ بننے والے پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ جس شخص کو بنایا گیا وہ بھی قادیانی تھا۔ اسے سر ظفر اللہ خان کہا جاتا ہے۔ اس جیسے اور کئی لوگ بڑے بڑے عہدوں پر کام کرنے لگے، کچھ ظاہر ہوئے اور کئی ایک نے اپنا عقیدہ چھپائے رکھا۔ یہی وجہ رہی کہ پاکستان میں ان کی جڑیں بہت مضبوط ہونے لگیں۔ دوسری جانب علماء کرام نے اپنی محنتیں جاری رکھیں اور 1953 میں قادیانیت کے خلاف تحریک اٹھی، حکومت نے تحریک کو ناکام بنانے کے لیے گرفتاریاں اور مظالم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس تحریک میں دس ہزار مسلمانوں نے جان کی قربانیاں دیں۔ وقتی طور پر یہ تحریک دب گئی لیکن علماء نے مشن جاری رکھا اور 1974 میں دوبارہ پورے جوش و خروش سے تحریک چلی۔ ان دونوں تحریکوں کی تفصیل کو اس مختصر وقت میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔" سر حمّاد نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"البتہ علماء کرام کی محنتوں اور مسلمانانِ پاکستان کی قربانیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگست 1974 کے مہینے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے مرزا ناصر نے گیارہ روز تک قومی اسمبلی میں اپنا بیان ریکارڈ کروایا اور اس کے مقابل علماء کرام نے اس پر جرح کی اور اس سے اسمبلی میں تقریباً ہزار تک سوالات کیے، جن کے جوابات دینے سے وہ عاجز رہا اور تمام ارکان اسمبلی پر ان کا کفر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا اور اسمبلی نے فیصلے کے لیے 7 ستمبر کا دن مقرر کیا۔ یوں 7 ستمبر 1974 کے دن نیشنل اسمبلی آف پاکستان نے یہ فیصلہ کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ماننے والے دین اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔ 7 ستمبر 1974 پاکستانی تاریخ کا عظیم الشان دن ہے کہ جس میں آقا مدنی ﷺ کی ختم نبوت پر ڈاکا ڈالنے والوں کو بے نقاب کیا گیا۔ جس طرح 6 ستمبر پاکستانی تاریخ کا یادگار دن ہے، اسی طرح 7 ستمبر بھی ختم نبوت کے تحفظ اور نبی علیہ السلام سے عشق و وفا کا یادگار دن ہے۔"

گھڑی نے اردو کا گھنٹا ختم ہونے کی اطلاع دی۔ سر حمّاد آئندہ اسی موضوع پر مزید تفصیلات بتانے کا وعدہ کر کے کلاس سے باہر نکل گئے۔

اگلے دنوں میں سر حمّاد نے محسوس کیا کہ آفاق احمد کلاس میں بہت خاموش خاموش رہنے لگا ہے، شاید اسے ان کی بتائی ہوئی باتوں کی خبر ہو گئی تھی۔ 7 ستمبر کے دن اُردو کے گھنٹے میں اچانک آفاق احمد کھڑا ہوا اور کہنے لگا: "سر! اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے طلبہ ساتھیوں میں کچھ تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔" سر حمّاد ایک دم چونک گئے۔۔۔۔ قادیانی لٹریچر۔۔۔ ان کو خدشہ محسوس ہوا۔ جی آفاق احمد آپ تقسیم کرنے سے پہلے وہ مجھے دکھا دیجیے اور پھر سر نے آفاق احمد کو اجازت دی۔ آفاق احمد نے تمام ساتھی طلبہ میں ختم نبوت زندہ باد کے بیج تقسیم کیے اور ایک بیج سر حمّاد کو بھی پیش کیا۔ کلاس میں خوشی اور حیرت کا سماں بندھ گیا۔ سب ساتھی حیران ہو کر آفاق احمد کو دیکھنے لگے گویا تاریکی سے روشنی تک کے سفر کی روداد سننا چاہتے ہوں۔ چناں چہ آفاق احمد نے بتانا شروع کیا:

"سر! اس روز آپ کی بتائی ہوئی تمام باتیں حسن نے اپنے پاس نوٹ بک میں محفوظ کیں اور گھر جانے کے بعد مجھے وہ پڑھوائیں۔ میں یہ سب پہلی بار سن رہا تھا۔ یہ سب باتیں سن کر میرے دل میں کھٹک پیدا ہوئی اور میں نے اپنے والدین سے اس کا تذکرہ کیا۔ میرا گمان تھا کہ وہ ان تمام باتوں کو جھوٹ اور الزام قرار دیں گے مگر انہوں نے مجھے اس طرح کے سوالات کرنے سے منع کر دیا اور مذہب میں زیادہ دلچسپی رکھنے کی بجائے بس پڑھائی پر توجہ رکھنے کی تلقین کی۔ میری والدہ نے کہا تم بھی حب الوطنی پر دو چار جھوٹے جملے لکھ کر دکھا دیتے، اسکول میں اتنا سچ بتانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس بات نے مجھے بہت متاثر کیا کہ جب ہم پر اتنا ظلم ہوا تو پھر میں کیوں پاکستان کی محبت میں جھوٹے جملے لکھ دیتا اور سچ چھپاتا۔ میں بہت الجھن کا شکار ہو گیا۔ اس لیے مختلف جگہوں سے قادیانیت کی اصلیت معلوم کی اور بالآخر اس نتیجے پر پہنچا کہ میں نے علی الاعلان اسلام قبول کرنے کے لیے 7 ستمبر کا دن مقرر کیا اور آج فجر کی نماز کے بعد اپنے علاقے کی جامع مسجد میں امام صاحب کے سامنے کلمہ پڑھ کر حقیقی اسلام میں داخل ہو گیا۔

مبارک ہو آفاق! سر حمّاد نے آفاق احمد کو گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔

اور ختم نبوت زندہ باد پاکستان پائندہ باد کے نعرے سے آٹھویں جماعت کی کلاس گونج اٹھی۔

چونکی جگنو مار

ڈاکٹر الماس روحی

چونکی ایک جگنو مار تھا جو ملک جاپان کے ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ اس گاؤں میں زیادہ تعداد جگنو ماروں کی تھی۔ وہ سب ایسے جنگل میں جاتے تھے, جہاں بید کے درخت سب سے زیادہ ہوتے ہیں کیوں کہ جگنو بید کے درختوں کو پسند کرتے ہیں اور اسی پر زیادہ جگنو بیٹھتے ہیں۔ اس جنگلی درخت کی شاخیں لمبی، نیچے کی طرف لٹکتی ہیں۔ اس کے پتے لمبے اور بیضوی ہوتے ہیں۔ تنا چکلا اور سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ چونکی رات ہوتے ہی جنگل کی طرف بانس اور ٹوکری لیے جلدی سے چلا جاتا تھا۔ وہ زیادہ سے زیادہ جگنو پکڑنا چاہتا تھا۔ اس لیے چپکے سے گھات میں بیٹھا رہتا تھا۔ جیسے ہی درخت پر بہت سے جگنو چمکنے لگتے۔ چیر، چیر کی آوازیں آتیں وہ فوراً ایک لمبا بانس درختوں کی شاخوں پر مارتا۔ اس طرح کرنے سے ڈھیروں جگنو زمین پر گر جاتے۔ وہ بڑی پھرتی سے جگنو چننا شروع کر دیتا اور جلدی سے جالی کی ٹوکری میں ڈال دیتا۔ کبھی بے شمار جگنو زمین پر پڑے دیکھ کر وہ انہیں آناً فاناً اپنے منہ میں ڈالتا رہتا اور جب منہ جگنوئوں سے بھر جاتا۔ تو ٹوکری میں اُگل دیتا وہ ایسا کرنے کے لیے مجبور تھا۔ ٹوکری میں جگنو ڈالتے وقت اسے دیر لگتی تھی۔ اتنے میں باقی جگنو چیر، چیر، چیر کرتے اڑ جاتے تھے۔ وہ منٹوں میں سینکڑوں ہزاروں جگنو پکڑ لیتا تھا۔ وہ اس کام کا بڑا ماہر تھا۔ کچھ دنوں سے جگنوؤں کی تعداد کم ہوتی جا رہی تھی۔ اُدھر جگنوں کو اس بات کی بڑی فکر تھی۔ سردار جگنو نے چیر چیر کا شور کیا اور جگنوؤں نے سب کو مشورہ دیا۔ ”اگر ہم میں سے کوئی زمین پر گرتا ہے وہ اپنی جان بچانے کی خاطر اپنی دم کو گھاس میں چھپا لے۔ چمکتی دم دیکھ کر ہی شکاری ہمیں پکڑتے ہیں۔ اگر دُم گھاس میں چھپ جاتی ہے اس طرح ہم شکاری سے بچ سکتے ہیں۔“

چونکی بہت پریشان تھا۔ آخر بانس مارتے ہی ڈھیروں جگنو چلے کہاں جاتے ہیں آج کل وہ بہت کم جگنو بازار فروخت کرکے گھر لوٹتا تو بہت اُداس ہوتا۔ اسے ننھے منے بیٹے چینو کی بڑی فکر تھی وہ اُسے بہت پڑھانا چاہتا تھا۔ ایک رات جنگل میں چونکی نے جیسے ہی بانس بید کے درخت پر مارے بہت سے جگنو زمین پر گرے اور غائب ہوگئے اچانک چونکی کی نظر گھاس پر پڑی۔ اُس نے غور کیا کہ بہت سے جگنو گھاس میں دُم چھپانے اور گردن نکالے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ جگنو مار چونکی دوسرے دن رات کو بانس کی تیلیوں کی جھاڑو بنا کر لے آیا۔ بید کے درخت پر بانس مارتے ہی سارے جگنو جب گھاس میں چھپ گئے تو وہ گھاس پر آہستہ آہستہ جھاڑو مارنے لگا۔ تمام جگنو سٹپٹا کر رہ گئے، آخر انہیں باہر آنا ہی پڑا۔ اور یوں چونکی نے انہیں ٹوکری میں ڈال لیا۔ چونکی جگنو مار ساری ساری رات جگنو پکڑتا اور علی الصباح ہی اپنے گھر چلا جاتا۔ ان جگنوؤں کو بازار میں اچھے داموں سوداگروں کے ہاتھوں بیچتا۔ انہیں دکان دار اپنی دکانوں میں سجا کر رکھتے۔ چھوٹے اور خوبصورت پنجروں میں لٹکے جگنو سب کو بھاتے۔ جو جگنو کم چمکتے تو ان کی قیمت بھی کم ہوتی۔ غریب چونکی جگنو مار کا گزر بسر انہیں جگنوؤں پر تھا۔ چونکی اب بوڑھا ہو رہا تھا۔ جلد تھک جاتا تھا۔ اس کا بیٹا چینوں جوں جوں بڑا ہوا۔ جگنو پکڑنا اس کا کھیل بن گیا۔ بچپن میں اس نے اپنے بابا کو جگنو پکڑتے کئی بار جو دیکھا تھا۔ اسکول کی چھٹیاں پڑتے ہی وہ اپنے ساتھیوں کی ٹولی کے ساتھ چاندنی راتوں میں جگنو شکار کرنے جنگل نکل جاتا تھا۔ ان بچوں کے ہاتھ میں بڑے بڑے پتوں کی پنکھیاں اور بانس کی لمبی اور ہلکی چھڑیاں ہوتی تھیں۔ یہ بچے ننھے پیر زمین پر مارتے ہوئے سریلی آواز میں پیارے پیارے گیت گاتے تھے۔ تاکہ جگنو ان کے سامنے آجائیں۔ وہ بید کے درختوں کی شاخوں کے ساتھ اندھیرے میں چمکتے ہوئے لٹکتے جگنو دیکھ کر خوشی سے ناچنے لگتے تھے۔ بید کے درختوں پر بانس مارتے ہی جگنوؤں کی بڑی تعداد پکڑ لیتے تھے۔ چینو اپنے بابا چونکی کی طرح سب سے زیادہ جگنو پکڑتا تھا۔ اچانک جگنوؤں کی تعداد پھر سے کم ہوئی۔ سردار جگنو کے مشورے پر سارے جگنو شاخوں پر بچوں کے بانس مارتے ہی چاندنی میں گھل مل جاتے تھے اور بچوں کو دکھائی نہیں دیتے۔ یوں بچوں کا شکار ہاتھ سے نکل جاتا تھا چینو نے جب یہ دیکھا تو دوسرے روز رات کو چینو شیشے کی ایک بوتل میں دو جگنو ڈال کر لے آیا جیسے ہی چینو نے بوتل زمین پر رکھی بہت سارے جگنو اس چمکتی بوتل کے گرد جمع ہوگئے۔ چیر چیر کا شور ہونے لگا۔ اس طرح بچوں نے ان جگنوئوں کو ڈبوں میں بند کرلیا اور بازار میں چینو نے بیچ دیا۔ اس نے تو پیدا ہوتے ہی ہر گھر میں چھوٹے خوبصورت پنجرے یا کانچ کے مرتبان یا شیشے کی بوتل میں جگنوئوں کو چمکتا دیکھا تھا۔ ہوٹلوں اور تفریحی گاہوں میں تیز چمکتے ہوئے جگنو رکھے جاتے تھے جو اچھے داموں خریدے جاتے تھے۔ اس لیے وہ بہت چمکتے ہوئے بڑی تعداد میں جگنو پکڑتا تھا۔ اتنے سارے جگنوؤں کو دیکھ کر چونکی بہت خوش ہوتا تھا کہ اب اس کا بیٹا چینو بڑا ہو گیا ہے۔

لغت

جگنو مار: جگنو کا شکاری
گھات: گوشہ، کونا
سٹپٹانا: خوف یا ڈر جانا، پکڑے جانا
داموں: قیمت
مرتبان: جار، بوتل
آناً فاناً: فوراً، جلدی سے
اُگل دینا: تھوک دینا
علی الصباح: صبح سویرے
سوداگر: بیوپاری

ٹومو کی ترکیب

سمیرا انور

کسی پہاڑ پر ٹومو بھیڑیا رہتا تھا۔ وہ اپنی زندگی سے بہت خوش اور مطمئن تھا۔ ٹیٹو بھیڑیا اس کا دوست تھا، جو اکثر حیران ہوتا تھا کہ ٹومو اتنا خوش کیوں رہتا ہے؟ حالاں کہ اس کی زندگی بھی بہت سی مشکلات کا شکار تھی۔ پہاڑ کے جس ٹیلے پر ان کا بسیرا تھا، وہاں خوب بارشیں ہوتی تھیں اور آندھیاں چلتی رہتی تھیں لیکن ٹومو ان سے نہ ہی گھبراتا اور طوفانوں کے تھپیڑوں سے ڈرتا۔

”ابھی میں نے گھر کی صفائی کی تھی اور اب اس تیز جھکڑ نے سب الٹ کر رکھ دیا ہے۔“ ٹیٹو نے اپنے سفید برتن اور کھلونے سمیٹتے ہوئے کہا۔

”ارے میرے دوست اس میں پریشانی کیسی ! یہ سب زندگی کا حصہ ہے، ان سے نمٹنا سیکھو اور خوش دلی سے ان کا استقبال کیا کرو۔ ٹومو نے اسے سمجھانا چاہا۔ ”کیسے نمٹوں یار ! میرا تو سارا سامان ہی اڑا لے جاتی ہیں، جسے میں اتنی محنت اور کوشش سے بناتا ہوں۔“ ٹیٹو نے اداسی سے کہا۔ ”مجھے معلوم ہے اور میں تمھاری بات اچھی طرح سمجھ گیا ہوں، لیکن ہمیں زندگی گزارنے کے لیے اسی طرح بار بار خود کو سمیٹنے کی کوشش کرتے رہنا ہے۔“ ٹومو نے اس کا کندھا تھپکا۔

”کیا تم ان طوفانوں سے پریشان نہیں ہوتے اور ان بے وقت آندھیوں سے ڈرتے نہیں ہو؟“ ٹیٹو نے تعجب سے سوال کیا۔

”مجھے اللہ پر بھروسا اور یقین ہے کہ یہ طوفان اللہ کی طرف سے آزمائش ہیں اور بہت جلد ہمارے اندر انھیں برداشت کرنے کا حوصلہ بھی پیدا ہو جائے گا۔“ ٹومو کے لہجے اور آواز میں گھبراہٹ کی کوئی جھلک نہ تھی۔

”ایک بات ذہن میں بٹھالو کہ اگر تم نے ان آندھیوں کے سامنے خود کو بے بس کر لیا تو سمجھ لو کہ تم کبھی اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو سکو گے اور نہ ہی زندگی میں کسی کامیابی سے تمھارا سامنا ہو سکے گا۔“ ٹومو کی بات نے ٹیٹو پر اثر تو کیا مگر اس کے دل سے بزدلی نہ نکل سکی۔

کچھ دن بعد ٹومو اور ٹیٹو سیر کر رہے تھے کہ اچانک تیز بارش نے انھیں گھیر لیا۔ ٹیٹو ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ گیا، دراصل اسے گرج چمک سے بہت خوف محسوس ہوتا تھا۔ ٹومو اپنی جگہ پر کھڑا سوچنے لگا کہ کس طرح اپنے گھر کی طرف جائیں کیوں کہ بارش تو سارا دن ہی برستی رہے گی۔

”ٹیٹو میاں ! ہمیں آہستہ آہستہ اپنے گھر کی طرف چلنا چاہیے، کچھ دیر لگ جائے گی لیکن ہم ضرور پہنچ جائیں گے۔“ ٹومو نے کہا۔

”نہیں ٹومو میں نہیں جانا چاہ رہا، ایسا نہ ہو کہ گرج اور چمک ہمیں اچک ہی لے۔“ ٹیٹو نے کپکپاتی آواز میں جواب دیا۔ ”اگر بارش رات تک یوں ہی برستی رہی تو کیا ہم سارا دن ادھر ہی گزاریں گے۔“ ٹومو نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔ ”تم ڈرو مت اور ہمت سے قدم اٹھاؤ، دیکھنا بہت جلد ہم اپنے گھر پہنچ جائیں گے۔“ اس نے دوبارہ سے اس کی ہمت بندھائی۔ ”ٹومو ! میرا دل کانپ رہا ہے اس لیے میں اس طوفانی بارش میں سفر نہیں کرتا۔ ٹیٹو نے اپنا سر مزید چھپالیا۔ اس کی بات سن کر ٹومو بولا: ”یہ جگہ بھی خطرناک ہے اس لیے ہمیں یہاں سے جلد نکلنا ہوگا۔“

”تیز اور غصیلی ہوائیں میرے کان اڑا لے جائیں گی، اب تو میرے ہاتھ بھی کانپنے لگے ہیں۔“ ٹیٹو نے ڈرتے ہوئے کہا۔ ٹومو جان گیا تھا کہ ٹیٹو نے اپنے دل میں بچی کھچی ہمت کو بھی باہر نکال دیا ہے اب اسے ہی کچھ کرنا ہوگا۔

”اللہ ہماری مدد کرے گا۔ تم یقین رکھو ہمیں کچھ نہیں ہوگا۔“ ٹومو نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ ٹیٹو مشکل سے چند قدم آگے بڑھا اور پھر وہیں رک گیا۔ ٹومو کے لیے ٹیٹو کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا اور اوپر سے بارش تھمتی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ ٹومو کے دماغ میں ایک ترکیب آئی اور وہ تیزی سے ٹیٹو کو اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے بولا۔ ”ٹیٹو اب کچھ مت بولنا، بس میری بات دھیان سے سنو۔“

”کچھ دن پہلے کی بات ہے کہ مجھے ایک ننھی بلبل طوفانی بارش میں بھیگتی ہوئی اس ٹیلے پر دکھائی دی، وہ اپنے گھر سے بچھڑ گئی تھی لیکن مجھے اس کے الفاظ نے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا جب میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کس طرح اکیلی اپنے گھر جائے گی۔ ”مجھے اللہ پر یقین ہے کہ وہ ضرور میری مدد کرے گا۔ یہ کہہ کر بلبل وہاں سے اڑ گئی۔ اس واقعے کے کچھ دن بعد بلبل مجھے اپنے ٹیلے پر اپنی سہیلیوں کے ساتھ مسکراتی ہوئی نظر آئی تو میں سمجھ گیا کہ ننھی بلبل نے مشکلات سے لڑنا سیکھ لیا ہے۔

”جب ہم اللہ پر بھروسا کرتے ہیں تو وہ ہمارا ہاتھ تھام کر ہمیں اپنی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔“ ٹومو کی بات سن کر ٹیٹو کا حوصلہ بڑھا۔

”میں بھی اب ہر کام اللہ پر یقین رکھ کر کروں گا اور کبھی مشکلات سے نہیں گھبراؤں گا۔“ ٹیٹو نے کہا۔

ٹومو اپنے دوست کی اطمینان سے بھری آواز سن کر مسکرایا اور سامنے اشارہ کرتے ہوئے بولا: ”وہ دیکھو ہمارا گھر دکھائی دے رہا ہے۔“ ٹیٹو نے اس طرف دیکھا اور دل ہی دل میں پختہ ارادہ کیا کہ وہ بھی ننھی بلبل کی طرح ’باہمت ٹیٹو‘ بنے گا۔ ٹومو یہ سوچ کر مسکرایا کہ کبھی کبھار بات بدلنے کی وجہ سے اچھے مقاصد بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔

پنٹو کی کہانی

عشوارانا

پنٹو ایک جنگلی طوطے کے چھوٹے سے بچے کا نام تھا۔ جو اپنی اماں کے ساتھ ایک گھنے درخت کے چھوٹے سے گھر میں رہتا تھا۔ پنٹو جب چھوٹا سا ننھا سا بچہ تھا، اس کی اماں روز اس کے لیے کھانا لاتیں. کھانے میں مزے مزے کی چیزیں ہوتی تھیں، کبھی بسکٹ، کبھی رسک، کبھی روٹی کبھی کوئی پھل کبھی کچھ اور۔۔۔اسے بسکٹ بہت اچھے لگتے تھے۔

اماں یہ آپ کہاں سے لاتی ہیں؟ ایک روز پنٹو نے پوچھا تو اس کی اماں نے کہا: ”یہاں سے دور انسانوں کی بستی ہے، انسان بہت اچھے ہیں، روز جب بھی کھانا بناتے ہیں، اس کا کچھ حصہ اپنی چھت پہ ڈال دیتے ہیں، جہاں سے ہم سارے پرندے اپنے اپنے حصے کا کھانا لے آتے ہیں۔ ایک سرخ رنگ کے گیٹ والا بڑا سا گھر ہے، وہاں تو ہمیشہ ہی کوئی نہ کوئی چیز پڑی ہوتی ہے“

پنٹو بڑا خوش ہوا، اس کے دل میں انسانوں کو دیکھنے کی خواہش جاگ اٹھتی پر وہ بہت چھوٹا تھا۔ اس نے سوچ لیا، جب وہ بڑا ہو جائے گا، اڑنے لگے گا تو پہلے انسانوں اور ان کے گھروں کو دیکھے گا۔

کچھ عرصے بعد ایک دن اچانک پنٹو کی اماں گھر آئی تو اس کی ٹانگ سے خون بہ رہا تھا۔

پنٹو گھبرا گیا، اس نے جلدی جلدی دوسرے پرندوں کو آوازیں دیں، سب شور مچانے لگے۔

پنٹو کی اماں نے سب کو خاموش کرایا اور بتایا

”وہ چھت پہ بیٹھی تھی کہ ایک بچے نے غلیل سے نشانہ لگایا، وہ جلدی میں اڑنے لگی تو نوک دار چیز سے ٹکرا گئی۔

بڑی مشکل سے ہمت کی، اور اڑتے ہوئے یہاں پہنچی۔

”پر اماں تم تو کہتی تھیں کہ انسان اچھے ہوتے ہیں؟ اب تمہیں زخمی کر دیا“

”بیٹا سارے انسان ایک جیسے نہیں ہوتے، کچھ اچھے تو کچھ برے بھی ہوتے ہیں“ اس کی اماں نے جواب دیا تو وہ چپ ہو گیا۔

پنٹو کی اماں کو اب آرام کی ضرورت تھی، وہ کھانا لینے نہیں جا سکتی تھی۔ پنٹو نے سوچا، اسے اب خود جانا چاہیے۔

اس کی اماں نے اسے سارا راستہ سمجھایا اور بہت سی نصیحتیں کی کہ وہ ادھر ادھر نہ گھومے، مغرب سے پہلے گھر آئے. وہ جی جی کرتا اور اندر ہی اندر انسانوں کی بستی دیکھنے کی خواہش بھی تھی۔

جب وہ اڑتے اڑتے انسانوں کی بستی پہنچا تو اس نے دیکھا بڑے بڑے پکے گھر ہیں، جن کے گیٹ لگے ہوئے ہیں۔ وہ ہر گھر کی چھت سے ہوتا جا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کاش وہ بھی ایسے گھروں میں رہتا. پھر اسے یاد آیا کہ وہ تو کھانا لینے آیا ہے، اس کی اماں انتظار کر رہی ہوگی۔

پنٹو نے دوسرے پرندوں کی دیکھا دیکھی ہر گھر کی چھت پہ کچھ کھانے کو دیکھنا چاہا، مگر وہاں کچھ بھی نہ ملا۔

اسے حیرت ہوئی کہ اماں تو کہتی تھی کہ سارے انسان بہت اچھے ہیں. وہ کافی دیر تلاش کرتا رہا، پھر ایک گھر کی چھت پہ بیٹھ گیا۔

وہاں ایک پیارا سا بڑا سا بچہ بسکٹ کھا رہا تھا۔ پنٹو کا بہت دل چاہا کہ وہ اس کی طرف بھی پھینک دے پر بچہ کھاتا جا رہا تھا۔

اس نے بچے کے قریب ہو کے اپنی طرف بلانا چاہا، پر اماں نے بتایا تھا کہ انسان ان کی زبان نہیں سمجھتے۔

اسے اب بھوک لگ رہی تھی وہ ٹیں ٹیں کرنے لگا. بچے نے اس کی طرف دیکھا پھر آوازیں نکالنے لگا. فوراً ہی ایک عورت اس کے پاس آئی. بچہ کہنے لگا۔

”مما یہ مجھے ڈرا رہا ہے، اڑ بھی نہیں رہا“

عورت نے پنٹو کی طرف دیکھا اور پھر مسکرا کے بچے سے کہا۔

”وہ آپ کو ڈرا نہیں رہا، بلا رہا ہے“۔

”مما کیا پرندے بھی ہمیں بلاتے ہیں؟ انہیں ہم سے کیا کام؟“

”اسد بیٹا ہو سکتا ہے وہ چاہ رہا ہو کہ یہ بسکٹ آپ دونوں کھاؤ، اور آپ اکیلے کھاتے جا رہے ہو، جس سے ناراض ہو کے وہ بولے جا رہا ہو“۔

ہیں؟ مما پرندے بسکٹ بھی کھاتے ہیں؟ اسد نے حیرت سے پوچھا۔

”جی بیٹا، ہم انسان جو بھی کھاتے ہیں، اس کا کچھ حصہ جو بچ جائے یا ویسے ہی، ضائع کرنے کی بجائے ان پرندوں کے لیے رکھ دینا چاہیے، یہ اپنے رزق کی تلاش میں ہی تو اڑتے پھر رہے ہوتے ہیں“۔

اسد کی مما نے تفصیل سے سمجھایا تو اس نے ہاتھ میں موجود بسکٹ وہیں پنٹو کی طرف پھینک دیے۔

پنٹو پہلے تو ڈر کے دیوار پہ جا بیٹھا، پھر جلدی سے نیچے اتر کے کھانے لگا. اس نے ایک بسکٹ خود کھایا اور ایک منہ میں لے کے اڑ گیا۔

”مما اس نے تو دو ہی کھائے،“ اسد نے پنٹو کو اڑتے دیکھ کے پوچھا۔

”اس لیے بیٹا کہ انسانوں کی طرح پرندوں میں رزق جمع کرنے کی ہوس نہیں ہوتی، وہ بس اتنا ہی لیتے ہیں، جتنا ضرورت ہوتی ہے. باقی حصہ دوسروں کے لیے چھوڑ دیتے ہیں“

ادھر پنٹو خوشی سے بسکٹ منہ میں دبائے اڑے جا رہا تھا۔

اب اسے جلدی سے گھر پہنچنا تھا کہ اماں کو بھی کھانا کھلانا تھا۔ وہ خوش تھا کہ انسان واقعی اچھے ہوتے ہیں، پر صرف وہی جو اپنے ساتھ دوسروں کا بھی خیال کرتے ہیں۔

پیارے بچو! کیا آپ بھی پرندوں کا خیال رکھتے ہیں؟ بچ جانے والا کھانا چھت کے اک کونے میں رکھتے ہیں نا! تاکہ پنٹو جیسے پرندے آرام سے کھا سکیں آپ ایسا کرتے ہیں تو پرندے آپ کو بہت دعائیں دیتے ہیں اور دوست بن جاتے ہیں۔

PERVAIZ UMAR
ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents
Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi
1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore
19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

بچوں کے فن پارے

محمد حسان پنجم ، کراچی

ایمن وسیم ہشتم ایف جی اسکول بنوں کینٹ

مشکاۃ الزہراء، ہشتم ۔عمران پبلک اسکول، محمود آباد کراچی

ہبہ نجم ،دہم مدرسہ بنت سیرین راول پنڈی

حافظ محمد ابو بکرین کامران ۱۱ سال

نور النہر ششم عمران پبلک اسکول کراچی

سمیکہ نور، دس سال، روضۃ السلام کراچی

ماہنامہ فہمِ دین ستمبر2020ء کے سوالات

سوال نمبر 1 حقیقی ریاست مدینہ کے کتنے سال بعد غزوہ احد ہوا؟

سوال نمبر 2: غیبت کرنے پر روزہ رکھنے کی سزا کن بزرگ نے اپنے لیے تجویز کی؟

سوال نمبر 3: فرض نمازوں کے بعد افضل نماز کون سی ہے۔۔۔؟

سوال نمبر 4: ماریہ نے بینا کی مدد کس طرح کی؟

سوال نمبر 5: "اے دنیا کے عاشقوں۔۔یہاں سے نکل جاؤ!۔۔۔"
یہ جملہ کس نے کہا؟

پیارے بچو!

پیارے بچوں کو نیا قمری سال بہت بہت مبارک ہو۔۔۔

بچوں! اب ہم نئے سال میں داخل ہو چکے ہیں تو کچھ نیا بھی ہونا چاہیے۔
ایسا کرتے ہیں اپنے آس پاس ایک نظر ڈالتے ہیں اور جن لوگوں کے لیے ہمارے دل میں غصہ ہے، انہیں معاف کر دیتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ کے نزدیک انتہائی پسندیدہ اعمال میں سے یہ تین اعمال ہیں۔

- قدرت کے باوجود معاف کر دینا۔ یعنی بدلہ لینے کی طاقت اور قوت ہو لیکن محض اللہ کی رضا کے لیے معاف کر دیا جائے
- تیزی اور شدت کے ساتھ غصہ کو قابو رکھنا۔
- اللہ کے بندوں کے ساتھ نرمی اختیار کرنا۔

یہ تین خوبیاں ایسی ہیں جس میں یہ آ جائیں وہ ہنستی مسکراتی اور ہر دل عزیز شخصیت بن جاتی ہے
پیارے بچوں! ہمیں بھی چاہیے کہ اللہ کے پسندیدہ اعمال کے ذریعے ہم بھی اللہ کے پسندیدہ بندے بن جائیں۔
تو کرتے ہیں نا پیارے بچے وعدہ!!!

مئی 2020ء کے سوالات کے جوابات

جواب نمبر 1 بی فاختہ نے مدد کے لیے چیل کو بلایا

جواب نمبر 2 قینچی کی دھار کم ہونے کی دعا سلطان نے مانگی

جواب نمبر 3 کھیلوں کے مقابلے میں راحمہ کی پہلی پوزیشن آئی

جواب نمبر 4 شریف کو جنگل میں سونے کی چمکتی ہوئی ڈلی نظر آئی تھی

جواب نمبر 5 ڈاکو سمجھ رہے تھے کہ کھانے میں زہر ملا ہوا ہے

اپریل 2020ء کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

- حافظ محمد ابوبکر دہلی کالونی
- عمیر سعید رحیم یار خان
- طلحہ جنید ساہیوال

ان تینوں میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہ نامہ فہم دین مبارک ہو

پیارے بچو!

- انعامی سوالات کے جوابات یا اپنے فن پارے آپ ڈاک سے بھی بھیج سکتے ہیں، ای میل بھی کر سکتے ہیں اور دیے گئے نمبر پر وٹس ایپ بھی کر سکتے ہیں۔
- سوالات کے جوابات ہوں، یا پیارا سا فن پارہ اس پر اپنا نام، عمر، پتا، کلاس، اسکول / مدرسے کا نام اور رابطے کے لیے فون نمبر ضرور لکھیں۔
- اس صفحے پر پوچھے جانے والے سوالات کے جوابات تین شمارے چھوڑ کر چوتھے شمارے میں شائع کیے جاتے ہیں۔

وٹس ایپ کے لیے نمبر نوٹ کریں: 0316 2339088

اس لیے دیر سے روز آتا ہوں میں

محمد ضیاء اللہ محسنؔ

کوئی قصہ، کہانی، نہ ہے داستاں
یہ حقیقت، جو کرنے لگا ہوں بیاں

چند برسوں قبل کا ہے یہ واقعہ
ایک اسکول میں جب میں استاد تھا

ایک بچہ جو آتا تھا تاخیر سے
کھیلتا تھا وہ اپنی ہی تقدیر سے

گھر سے زیادہ نہیں دور اسکول تھا
پھر بھی اس کا یہی روز معمول تھا

ایک دن حاضری میں لگانے لگا
اور تازہ سبق میں پڑھانے لگا

تب اچانک سے آواز آئی مجھے
ایک چہرہ دیا پھر دکھائی مجھے

میں نے دیکھا ،تو باہر کھڑا زین تھا
کچھ پشیمان تھا اور بے چین تھا

طیش آیا مجھے اس کو یوں دیکھ کر
منہ اُٹھا کے چلے آئے ہو تم اِدھر

آج پھر دیر سے آرہے ہو یہاں؟
کیا ہے تکلیف تم کو، بتاؤ میاں

کوئی گھر میں تجھے پوچھتا کیوں نہیں؟
اپنی عادت کو بدلو گے تم یوں نہیں

میں نے غصے میں آکر جو ڈانٹا اُسے
زور سے جڑ دیا ایک چانٹا اُسے

مار کھا کر مری اب وہ رونے لگا
آنسوؤں سے وہ دامن بھگونے لگا

پھر وہ دھیرے سے یوں منمنانے لگا
ہچکیوں میں لبوں کو ہلانے لگا

سچ ہے تاخیر سے روز آتا ہوں میں
سر! حقیقت ہے کیا، یہ بتاتا ہوں میں

میرے بابا جو لاچار و مجبور ہیں
دائیں بازو سے اپنے وہ معذور ہیں

کچھ مہینے قبل ان کو فالج ہوا
ایک حصّہ نہ ان کا، رہا کام کا

ماں تو پہلے ہی اللہ کے پاس تھی
کس قدر وہ ہمارے لیے خاص تھی

زندگی کے سبھی ڈھنگ سکھاتی تھی ماں
اپنے حصے کا ہم کو کھلاتی تھی ماں

چلچلاتی ہوئی دھوپ میں سائباں
ماں کی عظمت کو کیسے کروں میں بیاں

ایسی نعمت سے سر! اب تو محروم ہیں
بہن بھائی بھی چھوٹے ہیں معصوم ہیں

صبح اٹھ کے سبھی کو جگاتا ہوں میں
اور وضو کرکے مسجد کو جاتا ہوں میں

پھر میں ہوتا ہوں منڈی کی جانب رواں
لے کے آتا ہوں تھیلے میں کچھ سبزیاں

گھر میں آتا ہوں واپس تو جھاڑو لیے
سارا گھر صاف کرتا ہوں خود ہاتھ سے

گوندھتا ہوں جو آٹے کو اک تھال میں
خوب تھک جاتا ہوں گرگ گگ میں اس حال میں

کام سارے ہی کرتا ہوں میں بھاگ کے
گرم کرتا ہوں چولھے کو بھی آگ سے

تب کہیں جا کے روٹی پکاتا ہوں میں
اس لیے دیر سے روز آتا ہوں میں

ایک پل بھی نہیں مجھ کو آرام ہے
برتنوں کو بھی دھونا مرا کام ہے

بہن بھائیوں کو اسکول میں چھوڑ کر
گھر کو واپس پلٹتا ہوں میں دوڑ کر

آکے ابو کو کھانا کھلاتا ہوں میں
اس لیے دیر سے روز آتا ہوں میں

سارے کاموں سے فارغ میں ہوتا ہوں جب
دو نوالے زہر مار کرتا ہوں تب

گھر کے باہر سجاتا ہوں میں سبزیاں
میرے ابو انھیں بیچتے ہیں وہاں

نیند آتی ہے پر کم ہی سوتا ہوں میں
بہن بھائیوں کے کپڑے بھی دھوتا ہوں میں

کھیلنے کا تصور بھی دل میں نہیں
اپنی مجبوریوں سے میں غافل نہیں

روز جیتا ہوں اور روز مرتا ہوں میں
پھر بھی ان مشکلوں سے نہ ڈرتا ہوں میں

اپنے ابو کو کہتا ہوں میں الوداع
لے کے بستہ بغل میں، یوں چلتا ہوا

دوڑتا، بھاگتا پہنچ جاتا ہوں میں
واقعی! دیر سے روز آتا ہوں میں

اتنا کہہ کر وہ سر کو جھکانے لگا
اپنے چہرے سے آنسو ہٹانے لگا

میں نے بڑھ کر گلے سے لگایا اُسے
دے کے شاباش پھر تھپتھپایا اُسے

میرے بیٹے! میں کیسے بتاؤں تمھیں
حالِ دل کس زباں میں سناؤں تمھیں

معاف کرنا ہمیں ،ہم تو غافل رہے
تم نے دکھ زندگی کے جو پل پل سہے

تم بہادر، جفاکش ہو ، خوددار ہو
تم حقیقت میں دنیا کے معمار ہو

قابلِ فخر ہو، قابلِ داد ہو
اپنی منزل کی تم خود ہی بنیاد ہو

تم نے محنت کو، ہمت کو اپنا لیا
دوسروں کو سبق بھی یہ سکھلا دیا

کام دنیا میں کوئی بھی مشکل نہیں
گر نہ کوشش کرو، کچھ بھی حاصل نہیں

گلدستہ

ترتیب و پیش کش: محمد اطہر فتح پوری، متعلم جامعہ بیت السلام کراچی

کامیاب طالب علم کے اوصاف

1. نہ ٹوٹنے والا عزم، شدید رغبت، علم کا انتہائی شوق، بے مثال توجہ اور فائدہ کا لالچ۔
2. علم کے ثمرہ، اس کے اچھے انجام اور کامیاب نتیجے کی پہچان۔
3. جملہ جملہ، حدیث حدیث اور باب باب سیکھ کر علم کے میدان میں ترقی۔
4. سب سے پہلے اہم چیزوں کو سیکھنا اور فروع کو سیکھنے سے قبل اصول کو سیکھنا۔
5. ہمیشہ صبح کے وقت سبق یاد کرنا اور آغازِ جوانی تحصیلِ علم میں کھپا دینا۔
6. اپنے پسندیدہ فن میں کمال مہارت اور اس پر اپنی تمام فطری صلاحیتیں صرف کرنا۔
7. مختلف طریقوں سے علم حاصل کرنا، کتب کا مطالعہ کرنا، سبق کو غور سے سننا اور پھر اس کو دہرانا۔
8. تمام معلومات کو دہرانا، مسئلے کی تحقیق کرنا اور علم میں پختگی پیدا کرنا۔
9. اپنے پسندیدہ فن میں تصنیف کا اہتمام اور ہر وقت مراجعت کرتے رہنا۔
10. شرعی اور نفع بخش علم پر عمل کرنا، یہی مقصودِ اصلی ہے۔

(کامیابی کے سنہرے اصول، ڈاکٹر عائض عبداللہ القرنی)

زبان کی آفتیں

ایک حدیث میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے "زبان" کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"اس کا جسم تو چھوٹا سا ہے مگر یہ جرم بڑے بڑے کرتی ہے۔"

اور حقیقت یہ ہے کہ انسانی جسم میں جتنے زیادہ گناہ زبان کی اس قدرتی مشین سے سرزد ہوتے ہیں شاید ہی کسی اور عضو سے اتنے گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ دیکھا گیا کہ اپنی زبان کو پکڑ کر مروڑ رہے ہیں پوچھا گیا تو فرمایا کہ:

اس چیز نے مجھے بہت سی ہلاکتوں میں مبتلا کیا ہے۔

(دل کی دنیا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ)

حمدِ ربِ ذوالجلال

مظفر وارثی

جاں بول رہی ہے نہ لہو بول رہا ہے
میں بول رہا ہوں کہ یہ تو بول رہا ہے
کلیوں کے چٹکنے کی صدائیں بھی سنی ہیں
مٹی میں باندازِ نمو بول رہا ہے
ٹانکے سے گھاتا ہے ترے عفو کا ریشم
ہر دامن عصیاں کا رفو بول رہا ہے
پڑھتے ہیں وظیفہ شجر و سنگ بھی تیرا
دھیرے سے سہی عالمِ ہُو بول رہا ہے
طوفاں کی لہروں میں بھی ہے اک ترا لہجہ
تو ہی بہ سکوتِ لب جو بول رہا ہے
ہر عکس چھکتا نظر آتا ہے بظاہر
لیکن پسِ آئینہ سے تو بول رہا ہے

نعت

صوفی غلام مصطفی تبسم

کہا ہر راہ رو نے آپ کا جب نقشِ پا دیکھا
نہ ایسی رہ گزر دیکھی نہ ایسا رہ نما دیکھا
کتابِ زندگی جس نے پڑھی بے ساختہ بولا
وہ ہستی کا ہر گوشہ مُنوّر آپ کا دیکھا
ہے ایسا کون سرکارِ دو عالم کے سوا لوگو
میر عرش بریں جس نے جمالِ کبریا دیکھا
مماثل ہو تو کیسے ہو، مقابل ہو تو کیوں کر ہو
بلندی میں نہ کوئی آپ کے کردار کا دیکھا
بدلتی رُت کا تو اس پر اثر ہوتا نہیں کوئی
مدینے کا چمن ہم نے خزاں ناآشنا دیکھا
زمیں تا آسمان صبح و مساہر پاک محفل میں
انہیں کا تذکرہ صدیقؔ ہم نے جا بجا دیکھا

حکمتیں

میرے بھائیوں! یہ ہمارے معاشرے کا ایک مسئلہ ہے کہ عوام ہو یا حکومت ہو، سیاسی جماعتیں ہوں یا مذہبی فرقہ واریت ہو، سب اس میں مبتلا ہیں کہ ذرا سی بات کان میں پڑی اس پر نہ صرف یہ کہ یقین کر لیا بلکہ اس کو آگے پھیلایا اور اس کی بنیاد پر کارروائی شروع کر دی اور اس کے نتیجے میں ظلم وستم کی انتہا کر دی گئی۔ جبکہ قرآن کریم نے ہمیں یہ پیغام دیا ہے کہ اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی غیر ذمہ دار شخص کوئی خبر لے کر آتا ہے تو پہلے اس کی تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم ناواقفیت سے کچھ لوگوں کو نقصان پہنچا دو۔ بعد میں تم لوگوں کو ندامت و شرمندگی اٹھانی پڑے۔ اگر ہم قرآن کریم کے اس حکم کو پلے باندھ لیں اور زندگی کے ہر گوشے میں اس کو استعمال کریں تو یقیناً ہمارے معاشرے کے نوّے فیصد جھگڑے ختم ہو جائیں۔

(اصلاحی خطبات۔ مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم)

اونگھتے کو دھکے کا بہانہ

دوسرے کے معمولی قصور پر سارا الزام اس پر لگا دینے کے محل پر اس کہاوت کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کہاوت سے متعلق ایک چھوٹی سی حکایت ہے:

ایک شخص نیند میں بھرا ہوا بیٹھے بیٹھے اونگھ رہا تھا اور اونگھتے اونگھتے وہیں پر گر پڑا۔ اتفاق سے اس وقت کسی شخص سے اس کو ذرا سا دھکا لگ گیا تو اونگھ سے گرنے والا ناراض ہو کر کہنے لگا:

"میں اچھا بھلا بیٹھا تھا۔ اس نے دھکا دے کر مجھے گرا دیا"

(اردو کہاوتیں)

روح اور جسم

- انسان نام ہے روح اور جسم کا، روح جب نکل جائے تو انسان انسان نہیں رہتا بلکہ لاش بن جاتا ہے۔
- جس طرح جسم کی بیماریاں ہیں کھانسی، نزلہ، بخار، بالکل اسی طرح روح کی بھی کچھ بیماریاں ہیں۔ حسد، تکبر، کینہ اور بغض وغیرہ۔
- جسم کی بیماریوں کا علاج جس طرح ضروری ہے بالکل اسی طرح روح کی بیماریوں کا بھی علاج کیا جاتا ہے۔
- جسمانی بیماریوں کے لئے ڈاکٹر کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تو روحانی بیماریوں کے لئے اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنا ضروری ہے۔
- جس طرح جسم کی اچھی صفات ہیں مثلاً: حسن، جمال، صحت، وتندرستی اسی طرح روح کی بھی نیک صفتیں ہیں صبر، شکر، تواضع، اور اخلاص۔
- جس طرح نماز کے وقت نماز، روزہ کے وقت روزہ، اور زکوۃ کے وقت زکوۃ ادا کرنا فرض ہے۔ بالکل اسی طرح صبر کے وقت صبر، شکر کے وقت شکر، تواضع وانکساری کے وقت تواضع وانکساری فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین

صدیقہ ابراہیم

آپ کے اشعار

کیا خبر تھی جرأتیں دل کی بنیں گی حسرتیں!
دیکھ کر کشتی کو طوفان کا رُخ بدلتے جائیں گے

محمد زکی کیفی

خودی کے ساز میں ہے عمر جاوداں کا سراغ
خودی کے سوز سے روشن ہیں اُمتوں کے چراغ

علامہ اقبال

غریبِ شہر تو فاقوں سے مرگیا عارف
امیرِ شہر نے ہیرے سے خود کشی کر لی

عارف شفیق

دھوپ نکلی ہے تو بادل کی ردا مانگتے ہو
اپنے سائے میں رہو غیر سے کیا مانگتے ہو

شہزاد احمد

میں شعاعوں میں پگھل جاؤں مری فطرت نہیں
وہ ستارہ ہوں کہ جس کو ڈھونڈتی ہے روشنی

ساغر صدیقی

آدمی کے پاس سب کچھ ہے مگر
ایک تنہا آدمیت ہی نہیں

جگر مراد آبادی

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا

اسد اللہ غالب

ہم روحِ سفر ہیں ہمیں ناموں سے نہ پہچان
کل کسی اور نام سے آجائیں گے ہم لوگ

رضی اختر شوق

کیا ملا عرض مدعا کر کے
بات بھی کھوئی التجا کر کے

رند لکھنوی

ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا
میں نے دنیا چھوڑ دی جن کے لیے

امیر مینائی

بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کے زیر اہتمام

وقف اجتماعی قربانی

41 لاکھ 69 ہزار 4 سو 76 افراد کے لیے گوشت تقسیم کیا گیا

رپورٹ: خالد معین

الحمدللہ بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کے زیر اہتمام وقف اجتماعی قربانیوں کی آپریشنل سرگرمیاں بہت ہی احسن طریقے سے مکمل ہوئیں۔ اندرون و بیرون ملک 1200 سے زیادہ رضاکاروں اور عملے کے افراد نے اس مشن میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اس سال مجموعی طور پر 33 ہزار 5 سو 18 قربانیاں ادا کی گئیں جن کا کل 5 لاکھ 21 ہزار 1 سو 85 کلو گوشت 41 لاکھ 69 ہزار 4 سو 76 افراد کے لیے تقسیم کیا گیا۔ ان قربانیوں میں 4 ہزار 7 سو 8 گائے قربان کی گئیں اور 12 سو 63 بکرے اور دنبے قربان کیے گئے۔ پاکستان میں 39 لاکھ 91 ہزار 3 سو افراد کے لیے جب کہ بیرون ملک 1 لاکھ 78 ہزار 1 سو 76 افراد کے لیے گوشت تقسیم کیا گیا۔ یاد رہے پاکستان کے چاروں صوبوں اور شمالی علاقہ جات کی دور دراز اور پس ماندہ بستیوں میں بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کے زیر اہتمام 380 سے زیادہ بیسک ایجوکیشنل سنٹرز نے ہمیشہ کی طرح اس سال بھی قربانی کی آپریشنل سرگرمیوں میں اہم کردار ادا کیا۔ دوسری جانب سال ہائے گزشتہ کی طرح اس سال بھی ترک رفاہی اداروں نے بیت السلام کے توسط سے پاکستان کے پس ماندہ علاقوں کے لیے قربانیاں کی ہیں چناں چہ دیانت فاؤنڈیشن نے 14 ہزار، ترک ہلال احمر (ترک کزلے) نے 4 ہزار 9 سو اور آئی ایچ ایچ نے 700 قربانیاں کی ہیں۔ ترک وزیر خارجہ جناب مولود جاویش اوغلو کی بھی قربانی ترک رفاہی ادارے دیانت وقفی کے توسط اور بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کے زیر اہتمام کراچی میں اتوار 2 اگست کو ادا کی گئی جناب مولود جاویش اوغلو کی وکالت کراچی میں ترک قونصل جنرل مسٹر طلحہ اوچاک نے کی۔ اس موقع پر وہ بنفس نفیس موجود تھے۔ انہوں نے سلاٹر ہاؤس کا دورہ بھی کیا اور دیانت وقفی کے توسط سے پاکستان کی پس ماندہ بستیوں کے لیے کی جانے والی قربانیوں کے گوشت کی تقسیم میں حصہ بھی لیا، ان کا کہنا تھا ترک اداروں کی طرف سے برادر اسلامی ملک پاکستان میں اور پاکستان کے اہل خیر کی طرف سے ترک اداروں کے توسط سے شامی بھائیوں کے لیے قربانیاں کرنا اس محبت اور اخوت کا حصہ ہے جو دنیا بھر میں بسنے والے مسلمانوں کے دل میں اپنے مسلمان بھائی بہنوں کے لیے ہوتی ہے۔

کُل قربانیاں	33 ہزار 5 سو 18
پاکستان میں مستفید افراد	39 لاکھ 91 ہزار 3 سو
بیرون ملک مستفید افراد	1 لاکھ 78 ہزار 1 سو 76
پنجاب	986,017

کے پی کے	354,907
شمالی علاقہ جات	248,694
سندھ	205,8001
بلوچستان	343,681

P R I E M

PAKISTAN RESEARCH INSTITUTE OF EASTERN MEDICINE

علاج بالغذا سیکھئے

قدرت نے ہر شخص کو ایک فطری مزاج عطا فرمایاہے اور مزاج کی تسکین وبقا کے لیے نباتات پیدا فرمائے ہیں۔

یہ نباتات حالت صحت میں ہماری غذا اور حالت مرض میں ہمارے درد کا درماں بنتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اقوام عالم آج پھر اُس فطری طریقہ علاج کی طرف لوٹ رہی ہیں۔

جو فطری اور سنت رسول ﷺ سے نزدیک تر ہے۔

لہذا کسی بھی مرض کا علاج برآعظم-ماحول-موسم-مزاج اور پیشہ اور قوانین قدرت کے اعتبار سے کیا جائے گا تو شفا بفضل تعالیٰ یقینی ہوگی۔

ہمارے معالجین انسانیت کو اِس فطری زندگی اور قدرتی طریقہ علاج سے ہم آہنگ کرنے کے لیے شب و روز کو شاں ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر آصف اقبال

چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف میڈیسن اینڈ

الائیڈ سائنس فیکلٹی آف ایسٹرن میڈیسن

ہمدرد یونیورسٹی کراچی

نوٹ۔

غذائی علاج ، مشورہ اور تعلیم کے لیے رابطہ فرمائیں۔

0321-2429088

KANOOZ HERBAL CLINIC
58 C, 13TH Commercial Street
Dha Phase II Ext. Karachi

MYM HOSPITAL 2 MINUTE
Chowrangi North Karachi

www.priemedu.com

@priemclinic

ilmofy PAKISTAN

کاش! اللہ تعالیٰ ہم سے امتِ مسلمہ کے لیے کوئی عالمی کام لے لے۔کاش!

آئیے! بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کا ممبر بنیے اور ممبر تیار کیجیے اور قوموں کی تقدیر بدلنے والی تعلیمی قومی اور عالمی خدمت میں اپنا حصہ ڈال کر دنیا اور آخرت میں سرخ رو ہو جائیے۔

تفصیلات کی لیے وزٹ کیجیے

http://ilmofy.baitussalam.org

UAN No. 111-298-111 | Email: ilmofy@baitussalam.org | Mob: +92-332-3332401